۳۴۴ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے قرب کا بیان ہے روزہ چونکہ قرب الٰہی حاصل کرنے کا موجب ہے اس لئے روزہ کے بعد قرب الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے نیز پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑھائی کا بیان تھا اس لئے اس سے اللہ کے بُعد کا تصور آسکتا تھا۔ اس لئے صحابہ ؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمارا خدا دور ہے یا نزدیک۔ اگر دور ہے تو اس کو زور زور سے پکاریں اور اگر نزدیک ہے تو آہستہ پکاریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ عَنِّیْ کے معنی ہیں میرے قُرب اور بُعد کے متعلق یعنی اے پیغمبر جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں کہ آیا ہمارا رب قریب ہے یا دور تو آپ ان سے فرمائیں کہ میں نزدیک ہوں دُور نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہر جگہ قریب ہے جہاں چاہو اس کی عبادت کرو اور جہاں سے چاہو پکارو لیکن مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی قبروں پر جا کر ان کو مافوق الاسباب حاجت روائی اور مشکلکشائی کے لئے پکارتے ہیں وہ اللہ کے بندے وہاں بھی ان سے دور ہوتے ہیں اور ان کی دعاء و پکار کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان کی حاجت روائی کی قدرت رکھتے ہیں
۳۴۵ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کی دلیل بیان فرمائی ہے۔ یہاں اجابت کے معنی قبول کرنے کے ہیں اور دعا کے معنی عبادت کے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خالص میری عبادت کرتے ہیں اور توحید کے پابند ہیں ان کی عبادت اور پکار قبول کر لیتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی عبادت اور دعا، مردود ہوتی ہے ای اقبل عبادة من عبدنی فالدعاء بمعنی العبادة والاجابة بمعنی القبول (قرطبی ص۳۰۸ ج ۲) ۳۴۶ جس طرح وہ مجھے حاجات میں پکارتے ہیں اور میں ان کی پکار سنتا ہوں اسی طرح انہیں بھی چاہیئے کہ وہ میری دعوت ایمان و توحید قبول کریں اور میری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ فلیستجیبوا لی اذا دعوتھم للایمان والطاعة کما انی اجیبھم اذا دعونی لحوائجھم (مدارک ص۷۵ ج ۱، روح ص۶۳) وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور خالص ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اس میں شرک کی ملاوٹ نہ کریں۔ امر بالثبات والمداومة علی الایمان (روح ص۶۳ ج ۲) لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تاکہ ان پر رشد و ہدایت کے دروازے کھل جائیں اور وہ دین و دنیا کی مصالح کو سمجھ سکیں۔ ای یھتدون لمصالح دینھم و دنیاھم (روح ص۶۳ ج ۲) ۳۴۷ شروع شروع میں جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی اس وقت جس طرح دن کو کھانے پینے اور جماع سے علیحدگی کا حکم تھا اسی طرح رات کو بھی ان چیزوں سے بچنا لازم تھا۔ صرف اس قدر اجازت تھی کہ غروب آفتاب کے وقت روزہ افطار کرنے کے بعد سے لے کر سو جانے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی۔ ایک دفعہ سو جانے کے بعد اجازت نہیں تھی اس تنگی کی وجہ سے بعض دفعہ صحابہ کرام کو بہت تکلیف اٹھانی پڑتی۔ چنانچہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری کا واقعہ ہے کہ وہ روزہ سے تھے اور دن بھر ایک باغ میں مزدوری کرتے رہے افطار کے وقت گھر آئے اور بیوی سے کھانے کی کوئی چیز طلب کی چونکہ کوئی چیز موجود نہیں تھی اس لئے ان کی بیوی کہیں سے کوئی چیز لینے کے لئے گئی۔ جب لیکر واپس آئی تو وہ دن کے تھکے ماندے سو چکے تھے اس لئے اب کچھ نہیں کھا سکے۔ صبح پھر روزہ رکھنا تھا۔ اگلے دن جب دوپہر ہوئی تو بیہوش ہوگئے۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام سے بیان کیا گیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی ص۳۱۲ ج ۲) لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ کا مفعول فیہ ہے اور الرفث سے جماع مراد ہے۔ والرفث کنایة عن الجماع لان اللہ عزوجل کریم یکنی (قرطبی ص۳۱۳ ج ۲) یعنی اب روزوں کی راتوں میں بیویوں سے مشغول ہونا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ ۳۴۸ یعنی اب رات کے وقت میاں بیوی کا باہمی اختلاط جائز ہے۔ عربی زبان میں لباس کے معنی راحت اور سکون کے بھی آتے ہیں حضرت ابن عباس ؓ سے یہاں یہی منقول ہے ای ھن سکن لکم وانتم سکن لھن قال ابن عباس ؓ (روح ص۶۵ ج ۲) یعنی عورتیں تمہارے لئے آرام اور سکون کا باعث ہیں اور تم ان کے لئے۔ ۳۴۹ خیانت در اصل عہد پورا نہ کرنے سے عبارت ہے الخیانة عبارة عن عدم الوفاء بما یجب علیہ (کبیر ص۲۷۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر رمضان کی راتوں میں حرمت جماع کا حکم باقی رہتا تو تم اس کو پورا نہ کر سکتے اور تم سے اس حکم کی خلاف ورزی ہو جاتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حرمتِ جماع کا حکم اٹھا لیا اور بوقتِ شب بیوی سے مباشرت کی اجازت دیدی اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک صحابہ کرام ؓ سے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی۔ ان المراد علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم لو دامت تلک الحرمة ومعناه ان اللہ یعلم انه لو دام ذلك التکلیف الشاق لوقعوا فی الخیانة وعلی ھذا التفسیر ما وقعت الخیانة (کبیر ص۲۷۰ ج ۲) فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی اور سابقہ حکم اٹھا لیا وسع علیکم ان اباح لکم الاکل والشرب والمباشرة فی کل اللیل (کبیر) بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض صحابہ ؓ سے خیانت یعنی حکم کی خلاف ورزی ہو گئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے وہ حکم اٹھا لیا اور گذشتہ خیانت کا گناہ معاف کر دیا۔ ۳۵۰ مباشرت سے مراد جماع ہے اور مَا كَتَبَ لَكُمْ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے) سے مراد اولاد ہے قال ابن عباس ومجاھد والحکم بن عتیبة وعکرمة والحسن والسدی والربیع والضحاك معناه وابتغوا الولد (قرطبی ص۳۱۸ ج ۲) یعنی اب اجازت ہے رات کو اپنی بیویوں سے مباشرت کرو اور خدا نے جو اولاد تمہاری قسمت میں لکھی ہے۔ اس کی تلاش کرو۔ اس آیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ مباشرت سے جنسی تسکین کے علاوہ سب سے بڑا مقصد افزائش نسل ہے وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنی اب رات کے وقت عورتوں سے مباشرت کے علاوہ تمہیں کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔ ۳۵۱ اس آیت میں تینوں چیزوں یعنی مباشرت، کھانے اور پینے کی آخری غایت اور حد بیان کر دی ہے جس تک یہ تینوں کام جائز ہیں غایة الثلاثة الاشیاء من الجماع والاکل والشرب (بحر ص۵۰ ج ۲) خیط ابیض (سفید دھاری) سے روشنی کی وہ لمبی لکیر مراد ہے جو صبح کے وقت افق کے ساتھ ساتھ نمودار ہوتی ہے اور خیط اسود (سیاہ دھاری) سے مراد رات کی تاریکی ہے۔ الخیط الابیض ھو اول ما یبدو من الفجر المعترض فی الافق کالخیط الممدود من الخیط الاسود وھو ما یمتد من سواد اللیل (مدارک ص۷۶ ج ۱) مِنَ الْفَجْرِ یہ الخیط الابیض کا بیان ہے اور اس بیان سے اس طرف اشارہ ہے کہ سفیدی سے بیاض معترض یعنی صبح صادق کی سفیدی مراد ہے جو زمین کے ساتھ ساتھ پھیلتی ہے اور بیاض مستطیل یعنی صبح کاذب کی سفیدی مراد نہیں جو صبح صادق سے پہلے ایک لمبے خط کی صورت میں آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔ سیاہ دھاری سے سفید دھاری کے نمودار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رات کی تاریکی سے صبح صادق کی روشنی افق کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جائے بس اس حد تک یعنی طلوع صبح صادق تک مباشرت اور کھانا پینا جائز ہے۔ ۳۵۲ پہلے روزے کی ابتدا بیان کی۔ اب یہاں اس کی غایت کا ذکر ہے یعنی صبح صادق سے لے کر رات کی ابتدا تک روزہ پورا کرو۔ معلوم ہوا کہ رات روزہ میں داخل نہیں اور رات غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے لہٰذا غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد سرخی کے غائب ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مکروہ ہے جیسا کہ جہلاء میں مشہور ہے۔ فظاھر الاٰیة ان الصوم ینتھی عند دخول اللیل (کبیر ص۲۷۵ ج ۲) ۳۵۳ اس آیت میں اعتکاف کا حکم بیان فرمایا ہے یعنی ویسے روزوں میں رات کے وقت بیوی سے مباشرت جائز ہے مگر اعتکاف کی صورت میں رات کو بھی مباشرت جائز نہیں۔ مباشرت سے مراد جماع ہے۔ اگر رات کے وقت معتکف نے بیوی سے صحبت کر لی تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ۔ تلک سے مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ ای ھذه الاحکام حدود اللہ فلا تخالفوھا (قرطبی ص۳۳۳ ج ۲) ۳۵۴ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے احکام اوامر و نواہی کا علم ہو جائے اور وہ اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت سے بچ کر پرہیزگار بن جائیں۔

اعتکاف کے مسائل

حنفیہ کے نزدیک رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کسی ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے جس میں پانچوں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہوں۔ اگر ایک محلہ میں ایک آدمی اعتکاف بیٹھ جائے تو دوسروں سے اعتکاف ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ سنت کفایہ ہے۔ اعتکاف کے لئے مسجد اور روزہ شرط ہے۔ اعتکاف کی حالت میں طبعی حاجات

مثلاً کھانا پینا اور قضائے حاجت کے بغیر مسجد سے نکلنا جائز نہیں بعض شرعی ضروریات کے لئے بھی مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ مثلاً دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا اگر اعتکاف والی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ اور نماز جنازہ وغیرہ۔ اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نکلے تو ضرورت سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے۔ اگر بلا ضرورت مسجد سے باہر رہا تو اس سے اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان سے اعتکاف بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں نہ بلا ضرورت دنیوی باتیں جائز ہیں اور نہ ہی بالکل خاموش رہنا جائز ہے بلکہ ذکر اللہ، تلاوت قرآن اور صلوٰۃ و سلام میں مصروف رہنا چاہیئے۔

قصاص اور وصیت دو انتظامی امر بیان کرنے کے بعد ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان فرمایا۔ روزہ چونکہ تقویٰ و طہارت کی ترغیب دیتا ہے اور باطن کا تزکیہ کرتا ہے کیونکہ روزہ کے ذریعہ مسلمان کو حلال مرغوبات سے باز رہنے کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ یعنی روزہ میں خدا کے حکم سے طلوع صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان اکل و شرب اور جماع ممنوع ہے حالانکہ یہ چیزیں فی نفسہ حلال ہیں روزہ میں حلال چیزوں سے روک کر حرام چیزوں سے دور رہنے اور بچنے کا جذبہ پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اسی مناسبت سے روزہ کے بعد اکل حرام کی ممانعت فرمائی۔ **ف۳۵۵** یہاں کھانے سے لینا اور قبضہ کرنا مراد ہے۔ المراد من الاکل ما یعم الاخذ والاستیلاء (روح ص۶۹ ج۲) باطل سے مراد ہر وہ طریقہ ہے جو حرام ہو اور شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔ والمراد من الباطل الحرام کالسرقۃ والغصب وکل مالم یاذن باخذہ الشرع (روح ص۶۹ ج۲) تو اس تفسیر کے مطابق توحید اور حق چھپانے کی بنا پر جو نذریں نیازیں اور تحفے تحائف

يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ
بچتے رہیں ۳۵۴ ف اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ۳۵۵ ف اور
تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ
نہ ان کو پہنچاؤ حاکموں تک ۳۵۶ ف کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں
النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ
سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے ۳۵۷ ف ۲ تجھ سے پوچھتے ہیں حال
الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ
نئے چاند کا ۳۵۸ ف کہہ دے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کیواسطے ۳۵۹ ف ۳ اور
الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ
نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ ان کی پشت کی طرف سے ۳۶۰ ف اور لیکن
الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا
نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے ۳۶۱ ف اور اللہ سے
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ۳۶۲ ف اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے
يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾
جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی نہ کرو ۳۶۳ ف بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو ف۴
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ
اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ ۳۶۴ ف اور نکال دو ان کو جہاں
حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا
سے انہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا قتل کرنے سے زیادہ سخت ہے ۳۶۵ ف ۵ اور نہ
تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ
لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ

ع ۲۳ ۷

۱ امر مصلح روزہ کے بعد مال سے متعلق امر انتظامی کا ذکر ۱۲
۲ لا تاکلوا پر معطوف ہے
۳ متفرع بر نفی ۱۲
۴ امر مصلح سے متعلق ایک سوال روزہ جب قریب آئی کہا ایک ذریعہ ہے تو کیا ماہ رمضان کی تخصیص ضروری ہے یا کوئی سے تیس دن روزے رکھ لیے جائیں ۱۲
۵ زجر بر سوال الیہاں بیت تبھی سے داخل ہونا۔ لایعنی ہے جیسا کہ گھروں ایسے سوالوں سے پرہیز کرو ۱۲
۶ امر انتظامی معجم مصلح کے بعد اصل مقصد (امر جہاد) کا بیان پہلی بار ۱۲
۷ قتال کی پہلی علت ۱۲
۸ تعلیل ۱۲
۹ مراد شرک، قتال کی دوسری علت ۱۲

موضح قرآن

ف جب روزہ فرض ہوا تو مسلمان سارے رمضان عورت کے پاس نہ جاتے اور پہلی امت کی طرح رات کو سو کر پھر نہ کھاتے۔ اس بیچ میں بعضے شخص نہ رہ سکے پھر حضرت کے پاس عرض کیا تب یہ آیت اتری یعنی تم اپنی چوری کرتے تھے اللہ نے منع نہیں کیا اور کھانا صبح تک رخصت ہے جب دھاری سفید پڑے وہی صبح صادق ہے اور جب تک روشنی اونچی رہے ستون سی وہ صبح کاذب ہے مگر اعتکاف میں رات دن عورت پاس نہ جاوے **ف۲** نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو یا رشوت نہ دو کہ حاکم کو فریب کر کر کسی کا مال کھا جاؤ۔ **ف۳** لوگوں نے حضرت سے پوچھا کیا سبب ہے چاند ایک حالت پر نہیں رہتا اللہ صاحب نے جواب فرمایا کہ اس پر حال بدلتے رکھے ہیں تا مہینے کی حد ٹھہرے پھر مہینوں سے برس ٹھہرے اس پر خلق کے معاملے اور اللہ کی عبادت کو وقت مقرر ہو عبادت جو برس پر مقرر ہے ایک روزہ ہے جس کا حکم مذکور ہوا دوسرے حج اس کا حکم آگے شروع ہوتا ہے۔ کفر کی غلطیوں میں ایک یہ تھی کہ جب گھر سے نکل کر احرام باندھا حج کا پھر کچھ ضرورت ہوئی کہ گھر میں جائے تو دروازے سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر آتے اللہ نے اس کو غلط کیا۔ **ف۴** حج کے ساتھ یہ مذکور بھی ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے جائے امان تھی اگر یہاں دشمن کو دشمن پاتا تو بھی کچھ نہ کہتا اور حج کے اول اور آخر تین مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب کہ وہ بھی وقت زیارت تھا یہ چار مہینے وقت امان تھے کہ تمام عرب میں راہیں جاری ہوتیں اور لڑائی موقوف رہتی اللہ تعالیٰ ان کا حکم فرماتا ہے اس بیچ میں اور بھی لڑائی کے حکم اور جہاد کے آداب فرماتا ہے۔ یہ جو فرمایا کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ ماریئے لڑنے والوں کو ماریئے ۱۲

فتح الرحمٰن

ف۱ مترجم گوید ظاہر نزدیک ایں بندہ آنست کہ سوال کردند از اشہر حج کہ شوال و ذیقعدہ و دہ روز از ذی الحجہ باشند کہ ایام حج موقت است بآنہا یا نہ و دیگر از تحریفات جاہلیت آں بود کہ از حال احرام از بالائے دیوار جستہ و یا از نقب دیوار گذشتہ بہ خانہ می آمدند و از راہِ دروازہ نمی آمدند پس نازل شد ایں آیت واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** یعنی با مردمان احرام حج بندند ۱۲ **ف۳** یعنی در مقابلہ او قتل جائز است ۱۲

وصول ہوں گے ۔ وہ بھی باطل ذریعے کے تحت داخل ہوں گے ۔ اسی طرح رشوت جھوٹے مدعی کی وکالت اور دیگر غیر شرعی پیشوں سے جو کمائی حاصل ہوگی وہ سب اس کے تحت آئے گی۔
۳۵۶ اس کا عطف تاکلوا پر ہے یعنی نہ غیر شرعی اور حرام ذریعے سے ایک دوسرے کا مال کھاؤ اور نہ ہی اپنا مال بطور رشوت حاکموں کو دو لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم حکام کو رشوت
دینے کا مقصد ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ جو فیصلہ اپنے خلاف جاتا ہو اسے اپنے حق میں فیصل کرا لیا جائے اور اس طرح ناجائز طور پر ایک اصل حقدار کی حق تلفی کر کے غیر شرعی طریقے سے اس پر قبضہ کیا جائے رشوت
دینے کے اس گھٹیا مقصد کو اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے۔ یعنی اس گھٹیا اور غیر شرعی مقصد کی خاطر حاکموں کو رشوت نہ دو۔ ۳۵۷ اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم دوسرے بھائی کی حق تلفی کر رہے ہو۔
اور اس کے مال پر ناجائز قبضہ کر رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رشوت دے کر یا اپنی چرب زبانی کے ذریعے جج یا قاضی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا کر دوسرے کا مال حاصل کر لیتا ہے تو
قاضی کا فیصلہ اگرچہ بظاہر نافذ ہو جائے گا مگر عند اللہ وہ شخص سخت مجرم اور اس کا مال لینا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ قاضی یا جج کے فیصلہ سے حرام چیز حلال نہیں ہو سکتی ومن الاکل بالباطل
ان یقضی القاضی لك وانت تعلم انك مبطل فالحرام لا یصیر حلالا بقضاء القاضی لانه انما یقضی بالظاهر وهذا اجماع فی الاموال (قرطبی ص۳۳۸ ج ۲) ۳۵۸ اَهِلَّةٌ
ہلال کی جمع ہے جس کے معنی نئے چاند کے ہیں بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ چاند سورج کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا ہر ماہ کا
چاند پہلے باریک سا ہوتا ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے چودھویں تاریخ کو پورا ہو جاتا ہے اور پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ دوبارہ پہلے کی طرح باریک رہ جاتا ہے۔ ذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سئل عن زیادة الاهلة ونقصانها فی اختلاف احوالها (ابن جریر ص۱۰۱ ج ۲) ۳۵۹ یہ اس سوال کا جواب ہے یعنی یہ چاند لوگوں کے لئے اپنے معاملات میں تعیین اوقات کا ذریعہ ہے نیز ان
کے سب سے بڑے مذہبی اور سماجی اجتماع حج کی تعیین بھی اسی کے ذریعہ ہوتی ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق چونکہ سوال نامناسب اور موقع اور محل کے مطابق نہیں تھا
اس لئے ان کے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا گیا بلکہ جواب میں چاند کی کمی بیشی کی حکمت بیان کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ ایسے بیکار اور بے فائدہ سوالوں اور کاموں سے اجتناب چاہیئے۔ چنانچہ
مثال کے طور پر ان کی ایک فضول رسم آگے بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ایسے فضول کام نیکی میں داخل نہیں ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ پوچھا تھا کہ حج کیلئے
اشہر حج کی تعیین ضروری ہے یا حج دوسرے مہینوں میں بھی کیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب دیا گیا کہ اشہر حج کی تعیین ضروری ہے۔ مگر اس طرح بھی آیت کا ماقبل سے کوئی ربط ظاہر نہیں ہوتا اس لئے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ سوال یہ تھا کہ روزہ بذات خود قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اس کے لئے ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کی تخصیص کیا ضروری ہے چاند دیکھے بغیر کوئی سے تیس دنوں کے روزے رکھ لئے جائیں
تو کیا حرج ہے تو جواب دیا گیا کہ رمضان کی تخصیص ضروری ہے۔ اور اسی لئے چاند کی کمی بیشی سے بارہ ماہ معین کئے گئے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی سے ایک ماہ کا اختتام اور دوسرے ماہ کی ابتدا سمجھ سکے ۔
۳۶۰ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ حج کے احرام کی حالت میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ مکان کی پچھلی دیوار توڑ کر یا اسے پھاند کر گھر میں آتے تھے اور اس کو وہ بہت
بڑی عبادت سمجھتے تھے اسلام کے بعد نومسلموں نے بھی اپنی عادتِ قدیمہ کے مطابق ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس غلط روش سے منع فرمایا اور ان پر واضح فرما دیا کہ یہ غیر معقول حرکت نیکی
اور ثواب کا کام نہیں۔ ان ناسًا من العرب کانوا اذا احجوا لم یدخلوا بیوتهم من ابوابها کانوا ینقبون فی ادبارها الخ (ابن جریر ص۱۰۶ ج ۲) ۳۶۱ یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اس قسم کی جاہلانہ رسوم
کی پابندی کرو بلکہ نیکی کی حقیقت تو تقویٰ ہے اس لئے تم تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لاؤ۔ اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچو۔ یہ ماقبل کے لئے ایک تمثیل تھی یعنی چاند کے
بارے میں سوال کرنا بالکل بے معنیٰ اور الٹا سا سوال ہے بلکہ اسی طرح جیسا کہ حج کے موقع پر گھروں میں پچھلی طرف سے داخل ہونا ایک الٹا کام ہے۔ ۳۶۲ دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کا راز خوفِ
خدا ہی میں مضمر ہے خدا سے ڈر کر اس کے مقرر کئے ہوئے آئینِ حیات کے اتباع ہی سے دین و دنیا میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ سے
لے کر یہاں تک تین امورِ انتظامیہ قصاص، وصیت، مالِ غیر سے اجتناب اور ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان تھا اب آگے جہاد کا حکم ہے۔ ربط ۳۶۳ دوسرے حصہ میں پہلے تین امورِ انتظامیہ بیان
فرمائے کیونکہ نظم و نسق اور اتحادِ باہمی کے بغیر جہاد ناممکن ہے۔ پھر ایک امر مصلح بیان فرمایا کہ باطن کی صفائی ہو اور امورِ انتظامیہ پر بخوشی عمل کیا جا سکے اب آگے اصل مضمون کا ذکر ہے یعنی امر قتال اور یہ
قتال محض اللہ کی توحید کو بلند کرنے کے لئے ہے مسلمانوں نے مکہ میں پورے تیرہ برس انتہائی مظلومی کی حالت میں گذارے مشرکین کی طرف سے ہر قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر مدینہ کی
طرف ہجرت کر کے چلے گئے مگر دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنے کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی تین شرطیں بھی عائد فرما دیں۔ اول یہ کہ لڑائی
میں پہل نہ کریں اور صرف اس صورت میں لڑیں جبکہ کفار خود لڑائی کا آغاز کریں۔ ظاهره من بناجزکم القتال ابتداء اودفعًا عن الحق (بحر ص۶۵ ج ۲) دوم لڑائی صرف انہیں سے کی جائے جو میدان
جنگ میں تم سے لڑ رہے ہیں یا دشمن کو کمک پہنچا رہے ہیں یا انہیں جنگ کی تدبیریں بتا رہے ہیں۔ اور جو لوگ لڑائی میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہے ان سے تعرض نہ کیا جائے یہ دونوں شرطیں الذین
یقاتلونکم سے مفہوم ہیں تیسری شرط ولا تعتدوا کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔ اس کے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا قول ہے لا تقاتل من لا یقاتلك یعنی النساء والصبیان والرهبان (ابن جریر
ص۱۱۰ ج ۲) یعنی جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں یا لڑائی میں شریک نہیں ہیں مثلاً عورتیں، بچے اور ان کے مذہبی رہنما وغیرہ انہیں مت قتل کرو۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) یہاں سبیل سے مراد اللہ کا دین
اور اس کی توحید ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عزت حاصل ہو اور کلمہ توحید سربلند ہو۔ ای جاهد والاعزاز الدین واعلاء کلمته (روح ص۷۴ ج ۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ
یہ حکم ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۳۶۴ هُمْ کی ضمیر اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ کی طرف راجع ہے ضمیر المفعول عائد علی الذین یقاتلونکم وهذا امر بقتلهم حیث
ثقفوا عام فی کل مکان جلال و حرم الخ (بحر ص۶۶ ج ۲) یعنی جو مشرکین تمہارے ساتھ برسرِ پیکار ہیں جب وہ تم سے لڑنے کے لئے نکل پڑیں تو جہاں کہیں بھی تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تم ان سے لڑو اور
قتل کر دو خواہ حرم ہی میں مقابلہ کیوں نہ ہو جائے وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ۔ حَیْثُ یہاں تعلیلیہ ہے یعنی ان کو مکہ سے نکالو کیونکہ انہوں نے تم کو نکالا ہے یا ظرفیہ ہے یعنی جہاں سے انہوں
نے تم کو نکالا ہے۔ وہاں سے تم ان کو نکالو ——— یعنی مکہ مکرمہ سے یا حیث تشبیہ کے لئے ہے یعنی جس طرح انہوں نے تم کو سرزمین مکہ سے نکالا ہے اسی طرح تم ان کو وہاں سے
نکال دو مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے قتل و اخراج میں سے جو ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ والمراد افعلوا کل ما یتیسر لکم من هذین الامرین فی حق المشرکین (روح ص۷۵ ج ۲) ۳۶۵ یہ اقتلوهم کی
علت ہے اور فتنہ سے مراد شرک ہے۔ مشرکین نے مسلمانوں پر طنز کی تھی کہ انہوں نے حرم کعبہ کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس میں جنگ و قتال شروع کر دیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو بیت اللہ
میں شرک اور بت پرستی کرتے ہو وہ گناہ تو قتل اور خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور اس سے زیادہ بڑا ہے۔ اللہ نے تو اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کو شرک سے پاک رکھیں تم نے
بیت اللہ کو شرک و بت پرستی کا مرکز بنا دیا ہے۔ ای شرکهم بالله اشد حرامًا من القتل الذی عیروکم به فی شان ابن الحضرمی (بحر ص۶۶ ج ۲) وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ الخ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرما دی کہ وہ حدودِ حرم میں مشرکین سے لڑنے میں پہل نہ کریں۔ ہاں اگر مشرکین حدودِ حرم میں داخل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے لگیں تو اب مسلمانوں

کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ان سے لڑیں ۔ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ایسے ضدی اور معاند کفار کی یہی سزا ہے کہ جب وہ حرم کعبہ میں بھی شر و فساد اور قتل و خونریزی سے باز نہ آئیں تو وہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے ۔ ف۳۶۶ یعنی اگر وہ ایمان لے آئیں اور شرک چھوڑ دیں اور جنگ و قتال سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما کر انہیں اپنی رحمت میں شامل فرمالے گا ای عن قتالکم بالایمان فان اللہ یغفر لھم جمیع ما تقدم ویرحم کلا منھم بالعفو عما اجترموا (قرطبی ص۳۵۳ ج ۲) وَقَاتِلُوْهُمْ الخ یہاں بھی ہُم کی ضمیر ان مشرکین عرب کی طرف راجع ہے اور فتنۃ سے مراد شرک ہے یعنی مشرکین عرب سے اس وقت تک جہاد جاری رکھو جب تک کہ سرزمین عرب سے شرک کا بالکل خاتمہ ہو جائے اور ہر طرف صرف اللہ ہی کی عبادت اور پکار ہونے لگے ۔ ضمیر المفعول عائد علی من قاتلہ وھم کفار مکۃ والفتنۃ ھٰھنا الشرك وما تابعہ من اذی المسلمین امروا بقتالھم حتی لا یعبدوا غیر اللہ ولا یسن بھم سنۃ اھل الکتاب فی قبول الجزیۃ قالہ ابن عباس (بحر ص۶۶ ج ۲) یعنی لا یکون شرك باللہ وحتی لا یعبد دونہ احد (ابن جریر ص۱۰۹ ج ۲) ف۳۶۷ اگر وہ کفر و شرک سے باز آجائیں اور تم سے لڑائی بند کر دیں اور دین اسلام اور توحید کو قبول کرلیں تو پھر ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے ۔ البتہ ان میں سے جو ظالم ہوں یعنی کفر و شرک پر قائم ہوں اور تم سے برسرپیکار ہوں ان سے بیشک لڑو اور انہیں قتل کرو ۔ فان انتھوا عن قتالکم ودخلوا فی ملتکم واقروا بما الزمکم اللہ من فرائضہ وترکوا ما ھم علیہ من عبادۃ الاوثان (ابن جریر ص۱۰۹ ج ۲) اور عدوان سے یہاں جنگ اور سزائے قتل مراد ہے ۔ والمراد بالعدوان ھٰھنا المعاقبۃ والمقاتلۃ (ابن کثیر ص۲۲۷ ج ۱) ف۳۶۸ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ اور ذی الحجہ اشہر الحرم کہلاتے تھے اور ان میں جنگ و قتال جائز نہیں تھا ۔ ذیقعد کے مہینے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ بقصد عمرہ مکہ مکرمہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ کو مقام حدیبیہ میں روک دیا اور مسلمانوں پر تیر اندازی اور سنگباری کے ذریعہ اس عزت والے مہینہ میں جنگ کی ابتدا کی ۔ اس وقت دونوں فریقوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں ۔ جب اگلے سال مسلمان عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تو دل میں تردد پیدا ہوا کہ اگر کفار نے پہل کی اور لڑائی شروع کر دی تو پھر ہم کیا کریں اگر جوابی کاروائی نہ کریں تو یہ بھی مناسب نہیں اگر لڑیں تو عزت والے مہینے کی بے حرمتی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جوابی کاروائی میں تم پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ عزت والا مہینہ تو عزت والے مہینے کے بدلے ہوتا ہے ۔ اگر انہوں نے اس مہینے کی

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾

پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو یہی ہے سزا کافروں کی ف

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ

پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ف۳۶۶ اور لڑو ان سے

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ

یہاں تک کہ نہ رہے باقی فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر

انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ

وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ف۳۶۷ ف حرمت والا

الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ

مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا ف۳۶۸ اور ادب رکھنے میں بدلا ہے پھر جس نے

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى

تم پر زیادتی کی ف۳۶۹ تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی

عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ف۳

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں ف۳۷۰ اور نہ ڈالو اپنی جان کو

التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف۴ ف۵

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے لئے ف۳۷۱ ف۲ پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ

کہ میسر ہو قربانی سے ف۳۷۲ اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے

مع عند المتقدمین ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی مکہ جائے امان ہے لیکن جب انہوں نے ابتدا کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر ستانے لگے کہ یہ مار ڈالنے سے زیادہ ہے اب ان کو امان نہ رہی جہاں جاؤ مارو آخر جبکہ مکہ فتح ہوا تو حضرت نے بھی حکم کیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن ۔ ف۲ یعنی اس سب پر اگر اب بھی مسلمان ہوں تو توبہ قبول ہے ف۳ یعنی لڑائی کافروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے ۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل ۱۲ ف۴ یعنی اگر کوئی کافر ماہ حرام کو مانے کہ اس مہینے میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی اس سے نہ لڑو اور مکے کے لوگ انہیں مہینوں میں ظلم کرتے رہے مسلمانوں پر پھر مسلمان پر کیوں قصور کریں بلکہ سفر حدیبیہ میں ماہ ذیقعدہ تھا حضرت عمرے کو گئے اور کافر لڑنے کو موجود ہوئے یہ آیت اسی واسطے اتری کہ مسلمان خطرہ کرتے تھے کہ اگر ماہ حرام میں کافر لڑنے لگیں تو ہم کیا کریں ۱۲ ف۵ یعنی جہاد نہ چھوڑ بیٹھو اسی میں تمہاری ہلاکت ہے ۔

فتح الرحمٰن ف۱ حاصل ایں آیت آنست کہ در مسجد حرام ابتداء قتال نہ باید کرد و چوں کافراں ابتدا کنند در مقابلہ ایشاں باید جنگ کردن کہ ایں معنی با حرمت مسجد و شہر نزاع نہ دارد چنانچہ ابتدا کشتن مسلمان درست نیست واگر خون ناحق ریختہ باشد بقصاص بتواں کشت و فقہاء بآں سبب تصریح نہ کردند کہ اقامت حربیاں بمکہ بعد فتح مکہ بودنی است ۱۲ ف۲ یعنی بشروع لازم می شود ۱۲

حرمت کو قائم نہیں رکھا اور تم سے لڑنے لگے ہیں تو تم پر سے بھی اس کا احترام ساقط ہے۔ قاتلهم المشركون عام الحديبية في ذيقعدة قتالا خفيفا بالرمي بالسهام والحجارة فاتفق خروجهم لعمرة القضاء فيه فكرهوا ان يقاتلوهم ته فقيل هٰذا الشهر بذلك وهتكه بهتكه فلا تبالوا به (روح ج ۲) وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ اور عزت و حرمت والی چیزیں تو برابر اور عوض و معاوضہ کی چیزیں ہیں - اگر وہ انکا احترام کریں تو تم بھی احترام کرو اور اگر وہ احترام نہ کریں تو تم پر بھی لازم نہیں۔ ۳۶۹ یہ ما قبل پر متفرع ہے یعنی اگر وہ تم پر زیادتی کریں مثلاً شہر حرم میں تمہارے ساتھ لڑائی کی ابتدا کریں تو تم بھی جوابی کارروائی کرو مگر تمہاری جوابی کارروائی ان کے ظلم و عدوان سے بڑھ کر نہ ہو عربی محاورات میں فعل کی جزا کو نفس فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی محاورے کے مطابق یہاں مسلمانوں کی جوابی کارروائی کو جو مشرکین کی زیادتی کی جزا تھی اعتدا اور زیادتی سے تعبیر کیا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ہ کیسا زریں اصول ہے یہ اسلام کا کہ دشمن سے انتقام لینے میں بھی خوفِ خدا کو بیچ میں رکھدیا کہ کہیں دشمن پر زیادتی نہ ہو جائے اور پھر ساتھ ہی مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ اگر تم تقویٰ اختیار کروگے تو ہمیشہ میری مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔ ۳۷۰ جہاد کے حکم کے بعد اب یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ خرچ کے بغیر جہاد ناممکن ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ سے بخل کرکے اور جہاد سے جی چرا کر اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو بترك الغزو والانفاق فيه (روح ج ۲) کیونکہ خرچ کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا اور جہاد کے بغیر نہ توحید قائم ہو سکتی ہے اور نہ مشرکین کا زور ٹوٹ سکتا ہے۔ وَاَحْسِنُوْا اور اپنے تمام اعمال کو اخلاص اور حسن نیت سے بجا لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلصین کو بہت پسند کرتا ہے۔

ربط ۳۷۱ جہاد و انفاق کے بعد اب یہاں سے دوسرے مصلح کا بیان شروع ہوتا ہے۔ امورِ مصلحہ کا ذکر ساتھ چل رہا ہے تاکہ باطن کی اصلاح ہوتی رہے اور خدا کے احکام کی تعمیل طبیعت پر گراں نہ گزرے۔ جہاد کے بعد حج کا ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم میرے گھر میں حاضر ہو کر مجھ سے دعا مانگو اور مدد کی درخواست کرو میں تمہاری مدد کروں گا اور مشرکین پر تم کو غلبہ دوں گا۔ اور تمہیں قیامت تک قائم رکھوں گا۔ کیونکہ بیت اللہ کی حاضری لوگوں کے دینی قیام کا باعث ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (مائدہ ع ۱۳)

الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى

قربانی اپنے ٹھکانے پر ۳۷۲ ف ۱ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو

مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

سر کی ۳۷۳ ف ۲ تو بدلا دیوے روزے یا خیرات یا قربانی ۳۷۴

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۥ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا

پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو جائے تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر ف ۳ حج کے ساتھ تو اس پر ہے

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ

جو کچھ میسر ہو قربانی سے ۳۷۵ پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین

اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ

حج کے دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو ۳۷۶ یہ دس روزے

كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ

ہوئے پورے ۳۷۷ یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں ۳۷۸ مسجد

الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

الحرام کے پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ

سخت ہے ف ۴ حج کے چند مہینے ہیں معلوم ۳۷۹ ف ۵ پھر جس نے لازم کر لیا

فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ

ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ

اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بیشک

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

بہتر فائدہ زادِ راہ کا بچنا ہے سوال ۳۸۰ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو ف ۶

موضح قرآن ف ۱ یہاں سے حکم ہیں حج کے طریق یہ ہیں کہ احرام باندھے پھر عرفے کے دن عرفات میں حاضر ہو پھر وہاں سے چلے تو رات رہے مشعر الحرام میں پھر عید کی صبح منا میں پہنچ کر کنکر پھینکے اور حجامت کر کر احرام اتارے پھر مکے میں جا کر طواف کعبہ کرے پھر صفا اور مروہ کے بیچ دوڑے پھر منا میں آوے تین دن رہے ہر روز کنکر پھینکے پھر مکے میں جا کر طواف رخصت کرے اور چلا جاوے اور عمرے کے طریق یہ کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کر کر احرام اتارے اور حج و عمرہ میں قربانی ضرور نہیں مگر کسی سبب سے یہاں اللہ تعالیٰ نے تین سبب فرمائے ایک یہ کہ احرام کر کر وہ شخص رک گیا مرض سے یا دشمن سے تو کسی کے ہاتھ قربانی بھیج دیوے جب مکہ میں قربانی ذبح ہو تب یہ احرام سے نکلے پہلے حجامت نہ کرے دوسرا یہ کہ آزار سے یا سر کے بالوں سے عاجز ہو کر احرام کے بیچ حجامت کرے تو اس کا بدلہ ہے یا قربانی پہنچانی یا تین روزے رکھنے یا چھ محتاجوں کو کھلانا۔ تیسرا یہ کہ حج و عمرہ جدا جدا نہ کرے ایک ہی سفر میں دونوں ادا کرے تو قربانی ضرور ہے۔ یہ قربانی پیدا نہ ہو تو دس روزے تین حج کے دنوں میں اور سات پیچھے اور قربانی کم سے کم ایک بکری ایک شخص کو اور ایک گائے یا اونٹ سات شخص کو اور حج و عمرہ ملنے سے جو قربانی آئی سو مکے کے ساکنوں پر نہیں ۱۲ ف ۲ حج کے واسطے احرام باندھنے کا وقت غرہ شوال سے تا شب عید قربان اس سے پہلے بہتر نہیں اور حج اور عمرہ لازم کر لینا احرام سے ہے احرام یہ کہ نیت کرے شروع کرنے کی اور زبان سے کہے لبیک تمام پھر جب احرام میں داخل ہوا تو پرہیز رکھے مرد عورت کی صحبت سے اور ہر گناہ سے اور آپس کے جھگڑے سے اور بدن کے بال اتارنے اور ناخن تراشنے اور خوشبو ملنے اور شکار مارنے اور مرد بدن پر سیے کپڑے نہ پہنے اور سر نہ ڈھانکے اور عورت کپڑے پہنے سر ڈھانکے لیکن منہ پر کپڑا نہ ڈالے اور کفر کی ایک غلطی یہ تھی کہ بغیر خرچ حج جانا ثواب گنتے تھے اور توکل پر مفلس رہتے ہوئے خرچ نہ لیتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقدور ہو تو

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی در حج رمی جمرة العقبہ کنند کہ بمنیٰ ودر عمرہ از سعی بین الصفا والمروہ فارغ شوند بمکہ ۱۲ ف ۲ یعنی پس بسیار داشتہ باشد وایں سبب حلق کند پیش از محل ۱۲ ف ۳ یعنی با مور ممنوعہ احرام بہرہ ور شد ۱۲ ف ۴ مترجم گوید در ایں آیت چند حکم

علامہ نسفی رح نے لکھا ہے کہ اگر ایک سال کوئی آدمی حج کو نہ جائے تو تمام جہان تباہ ہو جائے ۔ قیل لو ترکوہ عاما لم ینظروا ولم یؤخروا (مدارک ص۱۳۵ ج ۱) اور حج و عمرہ کے اتمام سے مراد یہ ہے کہ انکو ان کے فرائض و واجبات کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان میں سستی نہ کی جائے اور للہ کا مطلب یہ ہے کہ حج محض اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے حج سے تجارت یا نمائش مقصود نہ ہو وادوھما تامین بشرائطھما وفرائضھما لوجه الله تعالیٰ بلا توان ونقصان (مدارک ص۷۰ ج ۱) اب آگے احکام کی جزوی تفصیلات کا ذکر ہے ۔ ف۳۷۲ یہاں مَا موصولہ ہے اور مِنَ الْهَدْيِ اس کا بیان ہے اور ف کے بعد علیکم اسم فعل محذوف ہے اور یہ جملہ شرطی کی جزاء ہے اس آیت میں احصار کا حکم بیان فرمایا احصار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص احرام باندھ کر بغرض حج یا عمرہ بیت اللہ کی طرف جا رہا ہو لیکن راستے میں کسی دشمن یا بیماری کی وجہ سے راستے کی کسی رکاوٹ کی بنا پر وہ بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے تو اب وہ حج تو کر نہیں سکتا لیکن احرام سے بھی باہر آنا ہے ۔ اس لئے یہاں ایسے عازم حج کو احرام کھولنے کا طریقہ بتایا ہے کہ وہ قربانی کا ایک جانور حرم میں بھیج دے تاکہ وقت مقررہ پر اسے اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے ۔ ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ میں بطور ہدیہ بھیجا جائے ۔ اور اس میں وہ تمام جانور جائز ہیں جو قربانی میں جائز ہیں ۔ ف۳۷۳ محل سے حدود حرم مراد ہیں کیونکہ حاجیوں کے لئے قربانی کی وہی جگہ ہے ۔ ای مکانه الذی یجب نحره فیه وھو الحرم (مدارک ص۸۰ ج ۱) سر منڈانا چونکہ احرام سے باہر آنے کی علامت ہے اس لئے ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ تمہاری ہدی حدود حرم تک پہنچ گئی ہے اس وقت تک تم سر منڈا کر احرام سے باہر مت نکلو ۔ ف۳۷۴ یہ ولا تحلقوا پر متفرع ہے یہاں بیمار کا حکم بیان فرمایا کہ اگر کوئی عازم حج بیمار ہو جائے اور ایسی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے قبل از وقت سر منڈانے کی ضرورت پیش آجائے یا اس کے سر میں پھوڑے پھنسیاں نکل آئیں جن کی وجہ سے سر منڈانا پڑے ۔ ف۳۷۵ تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ قبل از وقت سر منڈا لے لیکن اسے اس کا شرعی فدیہ ادا کرنا پڑے گا ۔ اور فدیہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے یا تو تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے اندازے کے مطابق غلہ دے اور یا پھر ایک جانور کی قربانی کرے خواہ بکری ہو خواہ گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ۔ ف۳۷۶ اب یہاں سے حالت امن کے احکام کا بیان شروع ہوتا ہے ۔ امن سے مراد یہ ہے کہ احصار کی حالت نہ ہو ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمتع کا حکم بیان فرمایا ہے ۔ حج اور عمرہ کرنے کے تین طریقے ہیں ۔ (۱) افراد یعنی پہلے حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے اور اس کا احرام شرعی طریقہ سے ختم کر کے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا جائے ۔ والافراد وھو ان یحرم بالحج وبعد الفراغ منه بالعمرة (روح ص۸۲ ج ۲) یا برعکس کیا جائے یعنی پہلے عمرہ کیا جائے اور اس کا احرام ختم کر کے پھر حج کا احرام باندھ کر حج بجا لائے لیکن یہ ضروری نہیں کہ دونوں ایک ساتھ ہوں ۔ (۲) قران ۔ قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے ۔ احرام باندھتے وقت دونوں کی نیت کرے اور دعا میں بھی دونوں کا نام لے اور پھر حج کے احکام ادا کرے اور ان کے ساتھ ہی عمرہ کے احکام بجا لائے القران ھو ان یحرم بھما معا ویاتی بمناسك الحج فیدخل فیھا مناسك العمرة (روح) (۳) تمتع اور وہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھ اور اس کے احکام بجا لائے اور پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اس کے مناسک ادا کرے اور پھر حج کا احرام کھول دے وھو ان یحرم بالعمرة فی اشھر الحج ویاتی بمناسکھا ثم یحرم بالحج من جوف مکة ویاتی باعماله (روح) پھر تمتع کی دو قسمیں ہیں ایک مع سوق الہدی یعنی قربانی کا جانور ساتھ ہو ۔ دوم بغیر سوق الہدی یعنی قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ عمرہ بجا لانے کے بعد احرام نہ کھولے بلکہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد دونوں احرام اکٹھے کھولے ۔ اور دوسری صورت میں عمرہ ادا کرنے کے بعد سر کے بال ترشوا کر عمرہ کے احکام سے حلال ہو جائے اور پھر مکہ میں مقیم رہے اور یوم ترویہ یا اس سے پہلے مکہ مکرمہ ہی سے حج کا احرام باندھے اور حج ادا کر کے اس کا احرام کھول دے ۔ اس آیت میں تمتع کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جو شخص تمتع کرے اس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہے بعض مفسرین نے یہاں تمتع کو لغوی معنوں پر محمول کر کے قران کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے مگر آیت کے الفاظ اس کے متحمل نہیں کیونکہ آیت میں اِلَی انتہاء کے لئے ہے اور اس میں عمرہ سے حج کی طرف منتقل ہونے کا ذکر ہے اور یہ چیز صرف تمتع پر صادق آسکتی ہے نہ کہ قران پر کیونکہ قران میں حج اور عمرہ دونوں اکٹھے ادا کئے جاتے ہیں اس لئے یہاں صرف تمتع کا ذکر ہے اور قران کا ذکر واتموا الحج والعمرة لله میں آچکا ہے کیونکہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اس لئے آیت افراد اور قران دونوں کو شامل ہے ۔ قاله الشیخ الانور رحمه الله تعالیٰ ۔ ف۳۷۷ جو شخص تمتع کرے مگر ہدی دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو ۔ تو اس کے لئے یہاں ایک رخصت کی صورت بیان فرما دی کہ وہ اس کی جگہ دس روزے رکھ لے ان میں سے تین روزے تو ایام حج ہی میں رکھے اور سات حج سے فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹنے سے گھر واپس آنا مراد نہیں بلکہ اعمال حج سے فراغت مراد ہے ۔ وقال ابو حنیفة رضی اللہ عنہ المراد من الرجوع الفراغ من اعمال الحج والاخذ فی الرجوع (کبیر ص۲۲۱ ج ۲) لہٰذا اگر کوئی حج سے فارغ ہو کر مکہ ہی میں سات روزے بھی رکھ لے تو جائز ہے ۔ ف۳۷۸ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ محض تاکید ہے یا کاملة سے فضیلت اور ثواب میں کامل مراد ہے اور یہ اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرمایا کہ اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ قربانی کی جگہ دس روزے کس طرح کام دے سکیں گے ۔ یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کم ہیں ۔ تو فرمایا کم نہیں ہیں بلکہ یہ دس روزے فضیلت اور ثواب کے لحاظ ہدی کے برابر ہوں گے ۔ اور ہدی کا پورا پورا بدل ہوں گے ۔ ف۳۷۹ ذٰلِكَ کا اشارہ تمتع کی طرف ہے جو فمن تمتع کے ضمن میں مذکور ہے ای التمتع بالعمرة الی الحج لمن لم یکن اھله حاضری المسجد الحرام (ابن جریر ص۱۴۲ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ تمتع اور اسی طرح قران صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو مکہ مکرمہ میں نہ رہتے ہوں یعنی باہر سے آنے والوں کے لئے مکہ یعنی حدود حرم میں رہنے والوں کے لئے جائز نہیں ہیں ۔ امام شافعی رح ذٰلِكَ کا اشارہ ہدی اور بدل ہدی کی طرف راجع کرتے اور ہدی یا بدل ہدی کو آفاقی متمتع پر ایک جنایت کی وجہ سے واجب قرار دیتے ہیں ۔ آفاقی پر اپنے میقات سے حج کا احرام باندھنا واجب تھا لیکن تمتع کی صورت میں اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور بیت اللہ میں آکر عمرہ ادا کیا ۔ اب چونکہ حج کا احرام اس نے حرم سے باندھا ہے اور اس طرح ترک واجب کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا اس جنایت کی وجہ سے اس پر ہدی واجب ہے لیکن ٹھیک نہیں کیونکہ اس صورت میں ذلك علی من ہونا چاہئے تھا نہ کہ لمن کیونکہ ہدی واجب ہے اور واجب کا صلہ علیٰ آتا ہے ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اللہ کے اوامر و نواہی میں اس سے ڈرتے رہو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ نافرمانوں کے لئے اس کا عذاب بڑا سخت ہے تاکہ تم اس کی نافرمانی سے بچے رہو ۔ ف۳۸۰ الحج سے پہلے وقت مضاف محذوف ہے یعنی حج کا وقت مشہور و معروف مہینے ہیں اور وہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں ۔ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فرض کے معنے یہاں مقرر اور لازم کر لینے کے ہیں اور حج لازم کر لینے سے مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھ لے ای الزم نفسه فیھن الحج بالاحرام (روح ص۸۵ ج ۲) رفث سے فحش کلامی، جماع اور اس کے محرکات مثلاً بوسہ اور لمس وغیرہ مراد ہیں ۔ ای الجماع اولا فحش فی الکلام (روح ص۸۵ ج ۲) الجماع ودواعیه محظورة علی المحرم (ابوبکر جصاص) اور فسوق سے ہر قسم کے غیر شرعی افعال کا ارتکاب مراد ہے ۔ والخروج عن حدود الشرع بارتکاب المحظورات (روح ص۸۶ ج ۲) اور جدال سے ساتھیوں اور نوکروں سے جھگڑا اور سخت کلامی مراد ہے والخصام مع الخدم والرفقة (روح ص۸۶ ج ۲) اور فِي الْحَجِّ سے ایام حج مراد ہیں ۔ یعنی جو شخص احرام باندھ کر حج پر روانہ ہو جائے، ایام حج میں اسے ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط اس لئے تمہاری کوئی نیکی ضائع اور رائگاں نہیں جائے گی بلکہ تمہارے درجات اخلاص کے مطابق تمہیں ہر نیکی کا صلہ ملے گا ۔ ف۳۸۱ کچھ لوگ زاد سفر کے بغیر ہی سفر حج پر نکل پڑتے اور اپنے آپ کو متوکل کہتے لیکن راستہ میں گداگری کرتے اور لوگوں پر بوجھ بن جاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ گھر سے سفر خرچ لے کر چلو ۔ وکان اھل الیمن لا یتزودون ویقولون نحن متوکلون فیکونون کلا علی الناس فنزل فیھم (مدارک ص۹۰ ج ۱) فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى یہاں گداگری اور سوال کرنے سے بچنا مراد ہے یعنی سب سے اچھا زاد راہ اپنی عزت نفس اور خودداری کی حفاظت کی خاطر گداگری اور سوال سے بچنا ہے ۔

وتزودوا ما تبلغون به فان خیر الزاد ما تکفون به وجوهکم عن السوال (کبیر ص۲۵۳ ج ۲) اور یہی زادِ راہ ہے جو انسان اپنے گھر سے لے کر چلے نہ کہ وہ نام نہاد توکل۔ وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ تمام احکام میں میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔ اور میرے سوا کسی سے مت ڈرو۔ کیونکہ عقلِ کامل کا یہی تقاضا ہے۔ ای اخلصوا لی التقوی فان مقتضی العقل الخالص عن الشوائب ذلک (روح ص۸۶ ج ۲) ۳۸۲ یہاں فضل سے مراد تجارت اور تلاشِ معاش ہے وھو الربح والنفع بالتجارۃ والکراء (مدارک ص۸۳ ج ۱) بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حج کے موقع پر تجارت کرنا، مزدوری وغیرہ کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرلے سے حج باطل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس سے اخلاص میں فرق آجاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی تردید فرما دی اور ایامِ حج میں مکہ مکرمہ میں طلبِ معاش کے لئے تجارت اور مزدوری کی اجازت دیدی۔ ھذہ الآیۃ نزلت رداً علی من یقول لا حج للتجار والاجراء والجمالین (کبیر ص۲۵۵ ج ۲) ۳۸۳ مکہ مکرمہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا میدان ہے اس کا نام عرفات ہے ۹ ذی الحجہ کو پچھلے پہر تمام حاجی یہاں پہنچ جاتے ہیں اور آخر وقت عصر تک تکبیر و تہلیل اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کا نام اصطلاحِ شرع میں وقوفِ عرفہ ہے اور یہ حج کا بہت بڑا رکن ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے مزدلفہ کے لئے روانگی ہوتی ہے اور مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے کو افاضہ کہتے ہیں اور مشعر الحرام اصل میں تو وہ میدان ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے مگر ذکر اللہ کے حق میں سارا میدان مزدلفہ مشعر حرام ہے اور مشعر حرام کی تخصیص شرف و فضیلت کے لئے ہے۔ اور یہ میدان مکہ مکرمہ سے کوئی چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ویسے تو تمام اعمالِ حج میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم ہے لیکن مزدلفہ کی رات میں خصوصیت سے حکم دے کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رات اپنی قومی بڑائی اور خاندانی برتری کے اظہار کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی عیش و طرب اور جشن میلہ کے لئے ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں کیا جاتا تھا کہ مختلف قبیلوں کے شعراء اور خطباء اپنی قومی برتری کے اظہار کے لئے قصیدے اور خطبے پڑھا کرتے تھے۔ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ پھر اللہ کی یاد اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرو۔ اپنی مرضی اور خواہش سے نئے نئے طریقے ایجاد نہ کرو۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ یعنی خدا کی ہدایت اور راہنمائی سے پہلے تم بالکل دین و ایمان سے غافل اور بے خبر تھے۔ والمراد من الضلال الجھل بالایمان ومراسم الطاعات (روح ص۸۹ ج ۲) تو اللہ نے اپنا پیغمبر بھیج کر تمہیں مناسکِ حج اور دیگر احکام سے آگاہ فرمایا۔ ۳۸۴ قریش نے زمانہ جاہلیت سے اپنے لئے ایک امتیاز قائم کیا ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے برتر سمجھتے تھے اور حج کے موقع پر مزدلفہ ہی سے واپس آجاتے تھے۔ جبکہ دوسرے تمام لوگ عرفات تک جاتے۔ اور وہاں وقوف کرکے واپس آتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ بات بھی یاد رکھو کہ واپس وہیں سے لوٹا کرو۔ جہاں سے عام لوگ واپس آتے ہیں یعنی عرفات سے۔ اخرج البخاری عن عائشۃ رضی

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ۳۸۲ ف۱

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ

پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر

الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ

الحرام کے ۳۸۳ اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھایا اور بے شک تم تھے

مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ

اس سے پہلے ناواقف ف۱ پھر طواف کے لئے پھرو جہاں

حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سے سب لوگ پھریں ۳۸۴ ف۲ اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ

بخشنے والا ہے مہربان ۳۸۵ ف۲ پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ

تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ ۳۸۶ پھر کوئی

النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ

آدمی تو کہتا ہے ف۳ اے رب دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے

فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ

آخرت میں کچھ حصہ نہیں ۳۸۷ اور کوئی ان میں کہتا ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ النصف اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ۳۸۸ انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی

ثم برائے تعقیب ذکری ۱۲

حجاج کی قسم اول ۱۲

حجاج کی قسم ثانی ۱۲

النصف

اللہ عنہا قالت کانت قریش ومن دان دینہا یقفون بالمزدلفۃ وکانوا یسمون الحمس وکانت سائر العرب یقفون بعرفات (روح ص۸۹ ج ۲) اس آیت میں ثُمَّ تعقیب حکمی کے لئے نہیں بلکہ محض تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ افاضہ یعنی عرفات سے مزدلفہ جانے کا ذکر تو پہلے ہوچکا ہے۔ اب یہاں تاکید کے لئے فرمایا پھر سن لو کہ مزدلفہ سے مت واپس آجاؤ بلکہ جہاں تک دوسرے لوگ جاتے ہیں یعنی عرفات تک تم بھی وہاں تک جاؤ اور وہیں سے تمہاری واپسی ہونی چاہیئے۔ ۳۸۵ اگر مناسکِ حج کی ادائیگی میں یا موقف کے سلسلے میں کوئی غلطی ہوجائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ

موضح قرآن ف۱ گناہ نہیں کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا یعنی حج کے سفر میں مالِ تجارت بھی لے جاؤ روزی کمانے کو منع نہیں۔ لوگوں نے اس میں شبہ کیا تھا کہ شاید حج قبول نہ ہو اس واسطے فرمایا۔ ف۲ یہ بھی کفر کی غلطی تھی کہ مکے کے ساکن عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے حرم کی حد پر کھڑے رہتے سو فرمایا کہ جہاں سے سب لوگ چلیں طواف کو تم بھی چلو اور اگلی تقصیر پر نادم ہو

فتح الرحمن ف۱ یعنی تجارت ۱۲ ف۲ یعنی از عرفات نہ از مزدلفہ چنانکہ قریش تحریف کردہ بودند ۱۲ ف۳ بعد ازیں خدا تعالیٰ تصویر میفرماید حال کافر و مومن را ۱۲

استغفار کرو کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں سے رحمت اور مغفرت سے پیش آتا ہے۔ ف۳۸۵ زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب حج سے فارغ ہو کر بل کر بیٹھتے اور اپنے آباء و اجداد کی تعریفیں کرتے اور اپنی خاندانی بڑائی
بیان کرتے اور اپنے بڑوں کے کارنامؤں پر فخر کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح پہلے تم لوگ اپنے آباء کی بڑائی بیان کرتے تھے اس طرح اب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تم اپنے باپ دادا سے بھی بڑھ
کر کیا کرو۔ اب آگے حاجیوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ف۳۸۷ پہلی قسم کے حاجی تو وہ ہیں کہ جس طرح ان کی زندگی کی ساری تگ و دو کا مطلب صرف حصولِ دنیا ہوتا ہے اسی طرح حج بھی وہ دنیوی اغراض ہی کے لئے
کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین عرب۔ یہ لوگ حج اس لئے کرتے تھے کہ حج کے موقع پر اور حج سے فارغ ہو کر اپنے آبائی مفاخر بیان کریں اور اپنی عظمت اور بڑائی کا اظہار کریں۔ نیز ان مقامات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ سے دولت
مال مویشی اور دشمنوں پر فتحمندی کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ یہ لوگ وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ کے وقت اللہ تعالیٰ سے اونٹ گائے اور بھیڑ بکری کے لئے دعائیں کرتے مگر اللہ سے بخشش اور انعام آخرت کی دعا کبھی نہ کرتے

كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ
کمائی سے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور یاد کرو اللہ کو
فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ
گنتی کے چند دنوں میں ف۳۸۹ پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں
فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ
تو اس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں
لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ
جو کہ ڈرتا ہے ف۳۹۰ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اسی کے پاس
تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ
جمع ہو گے ف۳۹۱ ف۱ اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ
دنیا کی زندگانی کے کاموں میں ف۳۹۲ اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر
وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ
اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں
لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ
تاکہ اس میں خرابی ڈالے ف۳۹۳ اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ
لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ
ناپسند کرتا ہے فساد کو اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اسکو
الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾
غرور گناہ پر ف۳۹۴ تو کافی ہے اس کو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانا ہے ف۲
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ
اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں ف۳۹۵

عن ابن عباس رضـ ان المشرکین کانوا یقولون اذا وقفوا اللّٰھم ارزقنا ابلاً و بقرًا و غنمًا و عبیدًا و اماءً او ما کانوا یطلبون التوبة والمغفرة (کبیر ص۲۲۳ ج ۲) کانوا یسئلون الابل والغنم والظفر بالعدو ولا یطلبون الاٰخرة (قرطبی ص۴۳۲ ج ۲) تو ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بس جو کچھ ہم نے دینا تھا، دنیا میں دیدیا۔ آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں البتہ جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ف۳۸۸ یہ حاجیوں کی دوسری قسم ہے۔ یہ لوگ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سے دنیوی مقاصد کے لئے دعا کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ آخرت میں کامیابی اور جہنم کے عذاب سے بچانے کی دعا کرتے ہیں۔ اور حسنة سے دونوں جگہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں مراد ہیں۔ والذی علیه اکثر اهل العلم ان المراد بالحسنتین نعم الدنیا والاٰخرة وهذا هو الصحیح (قرطبی ص۴۳۳ ج ۲) یہ گروہ مومنین کا ہے جو حج کے موقع پر اللہ سے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی تمام نعمتیں مانگتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر صرف دنیا ہی نہیں ہوتی اور یہی مومن کی شان ہونی چاہئیے بلکہ مومن کا اصل مقصد تو طلب آخرت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے دنیوی منافع حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ دنیا طلب آخرت کی راہ میں حائل نہ ہو جاوے۔ اُولٰٓىِٕكَ لَھُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ یہ دوسری قسم کے حاجیوں کی جزاء ہے یعنی انہیں ان کی نیکی اور دعاء کی جزاء آخرت میں ملے گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُولٰئک کا اشارہ دونوں فریقوں کی طرف ہو کہ فریقین میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء ملے گی (مدارک ص۸۹ ج ۱، البحر ص۱۰۶ ج ۲) وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۭ وہ لوگوں کی کثرت کے باوجود تھوڑے سے وقت میں سب کا حساب لے لیگا۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہ جلدی ہی حساب لینے والا ہے کیونکہ قیامت

مراد ایام تشریق ۱۳

مع جہاد کی پہلی ترغیب

مع جہاد کی دوسری ترغیب ۱۲

قریب ہے اس لئے نیکی کی طرف توجہ کرو۔ ف۳۸۹ ا م معدودات سے مراد تین ایام تشریق ہیں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ۔ ۹ ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گذار کر علی الصباح حجاج کرام منی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

موضح قرآن ف۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ کفر کے وقت دستور تھا حج سے فارغ ہو کر تین دن اور عید کے بعد خوشی کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادوں کے ساکے بیان کرتے اب اللہ صاحب نے اس کے بدلے تین دن ٹھہرنا مقرر کیا کہ اللہ کو یاد کرو ان دنوں میں دوپہر کو کنکر پھینکتے ہیں اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے اور سوائے نماز ہر وقت اور کوئی چاہے تو دو ہی دن رہ کر رخصت ہو اور تین دن رہے تو بہتر ہے اور یہ فرمایا جس کو رغبت نری دنیا ہی ہے وہ آخرت سے محروم ہیں۔ اب حج کا مذکور ہو چکا۔ ف۲ یہ حال ہے منافق کا ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ رکھے کہ میرے دل میں تمہاری محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کچھ کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ اور مار مچاوے اور منع کرنے سے اور ضد چڑھے زیادہ گناہ کرے۔ ایک شخص اخنس بن شریق تھا اس نے بھی حضرت سے یہی سلوک کیا۔

یہ مقام مکہ مکرمہ سے کوئی چار میل کے فاصلے پر شمال سے ذرا مغرب کی طرف ہٹ کر واقع ہے۔ اس جگہ ۱۰ سے لیکر ۱۲ کو غروبِ آفتاب تک قربانیاں کی جاتی ہیں اور جمرات کی رمی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ ایام، تکبیر و تہلیل اور میری حمد و ثنا اور دعا و پکار ہی میں گذارو۔ **۳۹۰** منی میں قیام کے دوران تین جگہوں پر جنہیں جمرات کہتے ہیں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پہلے دن یعنی ۱۰ کو طلوع صبح کے بعد جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکے۔ اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ دوسرے اور تیسرے دن زوال شمس کے بعد تینوں جمروں پر رمی کرے۔ پہلے مسجد خیف کے ساتھ والے جمرہ کو پھر اس کے ساتھ والے پر اور سب سے آخر میں جمرہ عقبہ پر۔ ہر جمرہ پر سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منیٰ میں قیام کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دسویں تاریخ کے بعد دو دن ٹھہرے اور ۱۲ کی شام کو مکہ مکرمہ چلا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ۱۳ کو بھی وہاں ٹھہرے اور جمرات کی رمی کرے مگر ۱۳ کو رمی کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد نہیں بلکہ پہلے دن کی طرح طلوع صبح کے بعد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتوں کا اختیار دیا ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے کوئی گناہ نہیں مگر یہ گناہ و ثواب تو اس کے لئے ہے جسے خدا کا خوف ہو اور گناہ و ثواب کا احساس ہو جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں اسے گناہ و ثواب کی کیا پرواہ ہے۔

۳۹۱ اپنے تمام اعمال میں خدا سے ڈرتے رہو اور اس بات کا یقین رکھو کہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تم خدا کے یہاں اکٹھے کئے جاؤ گے اور تمہارے تمام اعمال کا حساب ہوگا۔

ربط :- یہاں تک توجہ کے ضروری احکام کا بیان تھا حکمِ جہاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرے گھر کی اس طریقے سے حاضری دو اور اس طریقہ سے مجھ سے دعا مانگو تو میں تمہیں فتح دوں گا۔ اب آگے پھر جہاد کا حکم آ رہا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت سے جہاد کی دوسری بار ترغیب و تحضیض شروع ہو رہی ہے۔ و من الناس من یعجبك سے لے کر فان الله به علیم تک ترغیب الی الجہاد ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں سے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ (۱) شر و فساد برپا کرنے والے اور فتنہ انگیز عناصر جنہوں نے زمین کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا یا ہوا ہے ایسے لوگوں کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتے ہو۔ ایسے شریر لوگوں سے جہاد نہ کرنا بھی اتباعِ شیطان میں داخل ہے۔ (۲) جہاد کے ذریعے خدا کی رضا حاصل کرو۔ (۳) اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اس کے تمام احکام مانو ان میں سے ایک جہاد بھی ہے۔ (۴) اگر خدا کے احکام سے سرتابی کرو گے تو سخت سزا ملے گی بنو اسرائیل کا حال دیکھ لو خدا کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کا کیا حشر ہوا۔ (۵) مشرکین اور کفار دولت دنیا کے نشہ میں بدمست ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لہٰذا ان سے جہاد کرو۔ (۶) اللہ کے فطری دین توحید میں ان لوگوں نے اختلاف پیدا کر رکھا ہے ان کی بیخ کنی کرو۔ (۷) جنت میں جانا آسان کام نہیں۔ اس کی خاطر تمہیں مال و جان کی قربانی دینی پڑے گی۔ (۸) اللہ کے دین کی خاطر جہاد میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا۔ **۳۹۲** یہ پہلی ترغیب ہے یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو محض دنیوی اغراض و مقاصد کے پیش نظر آپ سے ایسی میٹھی اور فصیح و بلیغ باتیں کرتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں کو بہت وقعت دینے لگتے ہیں اور ان کو پسند کرتے ہیں۔ المعنی و منهم من یروقك ویعظم فی نفسك ما یقوله (روح ص۹۴ ج ۲، مدارک ص۸۱ ج ۱) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد اخنس بن شریق ہے جو بہت بڑا منافق تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ہر اس آدمی کے حق میں ہے جو ان آیات میں مذکورہ اوصاف کا حامل ہو۔ القول الثانی وهو اختیار اکثر المحققین والمفسرین ان هذه الاٰیة عامة فی حق کل من کان موصوفاً بهذه الصفات المذکورة (کبیر ص۲۷۷ ج ۲) وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اللہ کو گواہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قسمیں کھاتے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ وہ "خدا شاہد ہے" "خدا گواہ ہے" وغیرہ الفاظ کہتے ہیں یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کی سچائی پر خدا کو گواہ بناتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر آپ کو اپنے اخلاص کا یقین دلاتے ہیں حالانکہ وہ آپ کے شدید ترین مخالف ہوتے ہیں۔ **۳۹۳** جب تک آپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اس وقت تک تو چکنی چپڑی باتیں کرتے رہتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی مخلص ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے اٹھ جاتے ہیں تو شر و فساد برپا کرنے کی سعی اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ شر و فساد سے یا تو کھیتوں اور مویشیوں کی تباہی مراد ہے اور یا مراد یہ ہے کہ آپ کے پاس سے اٹھ کر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی بابت شبہات پیدا کرتا ہے اور کفر و شرک کی تائید میں عجیب و غریب حیلے نکالتا ہے۔ انه کان بعد الانصراف من حضرة النبی علیه السلام یشتغل باحخال الشبه فی قلوب المسلمین وباستخراج الحیل فی تقویة الکفر (کبیر ص۲۵ ج ۲) وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ جیسا کہ اخنس نے کیا تھا کہ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر اسلام سے محبت کا اظہار کرتا رہا جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلا تو مسلمانوں کے ایک کھیت کے پاس سے گذرا تو کھیت کو جلا دیا اور ان کے مویشی قتل کر دیئے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اللہ تعالیٰ شر و فساد کو پسند نہیں کرتا اس لئے فساد سے اجتناب کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔ **۳۹۴** اصل میں ذِلَّةٌ کی ضد ہے مگر یہاں اس سے نخوت اور غرور مراد ہے۔ العزة فی الاصل خلاف الذل واريد بها الانفة والحمية مجازاً (روح ص۹۶ ج ۲) اور پھر اس نفاق اور فطری خباثت کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی درجہ کا ضدی اور متکبر بھی ہے یہاں تک کہ جب کوئی خیر خواہ از راہِ نصیحت اسے خدا سے ڈرنے اور شر و فساد سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے تو نخوت اور غرور اسے اور آمادۂ گناہ کر دیتا ہے۔ اور وہ پہلے سے بھی بڑھ کر شر و فساد میں حصہ لیتا ہے۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ کسی ناصح مشفق کی نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اسے جہنم کی آگ سیدھا کرے گی جو بہت ہی بُری جگہ ہے **۳۹۵** یہ دوسری ترغیب ہے یَشْرِیْ شراء سے ہے جس کے معنی یہاں بیچنے کے ہیں اور اس سے جہاد میں جان دینا مراد ہے۔ ابتغاء یشری کا مفعول لہ ہے۔ ای یبیعها یبذلها فی الجهاد (روح ص۹۶ ج ۲) یعنی منافقین کے مقابلہ میں کچھ ایسے مخلص اور جان نثار لوگ بھی ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ عباد سے مراد مؤمنین ہیں مؤمنین پر اللہ تعالیٰ خاص طور پر مہربان ہے کہ انہیں بلند درجات حاصل کرنے کے لئے اپنی راہ میں پیاری جانیں تج دینے کی راہ دکھائی اور اپنی رضامندی کے حصول کے طریقے انہیں بتائے۔ **۳۹۶** یہ جہاد کی تیسری ترغیب ہے۔ كَآفَّةً ادخلوا کی ضمیر سے حال ہے اور سلم کے معنی استسلام اور اطاعت کلی کے ہیں یعنی تم سارے کے سارے مکمل طور پر اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ اور کوئی اس اطاعت سے باہر نہ رہے۔ ای استسلموا لله واطیعوه ..... کافة لا یخرج احد منكم یده عن طاعته (مدارک ص۸۲ ج ۱) یا اس کے معنی امن اور صلح و آشتی کے ہیں اور اس سے مراد دین اسلام ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ایمان والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم دین اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لیکر اعمال تک اور عبادات سے لیکر اخلاق تک کے متعلق اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور شیطان کے پیچھے لگ کر اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم کی پابندی مت کرو۔ اور نہ ہی ایسا کرو کہ اسلام کے بعض احکام کو مانو اور بعض احکام کو نہ مانو۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ تمہیں گمراہ کرنے کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہے اور تمہارے دلوں میں نئے نئے خیالات اور نئی نئی جدتیں پیدا کرتا ہے تاکہ تمہارے عقائد و اعمال کو خراب کر ڈالے بعض نو مسلم جنہوں نے یہودیت ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا انہوں نے بعض سابقہ رسموں کو ترک نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ **۳۹۷** یہ زجر اور تخویف ہے اور چوتھی ترغیب ہے یعنی جب دلائل واضحہ تمہارے پاس آچکے ہیں۔ اور دین اسلام کی صداقت و حقانیت تم پر واضح ہو چکی ہے تو اب بھی اگر تم پھسل گئے اور ڈگمگا گئے یعنی اسلام کے بعض احکام پر عمل نہ کیا مثلاً جہاد کرنا چھوڑ دیا تو پھر سن لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست اور صاحب حکمت ہے اسے سزا دینے سے کوئی نہیں روک سکتا اور بہ تقاضائے حکمت جو سزا دینا چاہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ **۳۹۸** یہ تخویف دنیوی ہے۔ وہ شریر لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر وقت شرارتوں میں مصروف رہتے ہیں اور جن کی شرارت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب وہ قیامت سے پہلے شر و فساد سے باز نہیں آئیں گے۔ ان سے کیوں جہاد نہیں کرتے ہو۔ يَنْظُرُوْنَ کی ضمیر یہود کی طرف راجع ہے (روح ص۹۹) یہودی اللہ تعالیٰ کے تجسم کے قائل تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ٹھاٹھ اور شان و شوکت سے آتا ہے تو بادلوں پر سواری کر کے آتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ڈالی تھی وہ بادلوں ہی سے ڈالی تھی۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں کے خیال کے مطابق فرمایا کہ یہ یہودی جو اسلام کو قبول نہیں کر رہے یہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں پر سوار ہو کر آئیں اور قیامت قائم

ہو جائے تو پھر انہیں اسلام کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔ اور وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ وذلک لان الیهود کانوا علی مذهب التشبیه وکانوا یجوزون علی الله المجیء والذهاب
وکانوا یقولون انه تعالیٰ تجلی لموسیٰ علیه السلام علی الطور فی ظلل من الغمام (کبیر ص۲۹۳ ج ۲) اور تورات میں ہے: "دیکھو خداوند ایک تیز رو بادل پر سوار ہو کر مصر میں آتا ہے اور مصر
کے بت اس کے حضور لرزاں ہوں گے"۔ (کتاب یسعیاہ باب ۱۹، فقرہ ۱)

تنبیہ ۱:۔ اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے اور نہ کسی جسم کے مشابہ ہے۔ اور آنا جانا جسم کی صفات میں سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ آمد و رفت سے منزہ اور پاک ہے۔ اس لئے بہت
سے مفسرین نے اس آیت کو متشابہات میں سے قرار دیا ہے اور اس کی تفسیر سے سکوت اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے یہاں مضاف محذوف مانا ہے یعنی امر اللہ یا عذاب اللہ۔ جو توجیہ ہم
نے اوپر لکھی ہے اسے امام رازی رحمہ نے ترجیح دی ہے وَقُضِيَ الْاَمْرُ
اور بندوں کے حساب و کتاب کا معاملہ طے ہو جائے اور نیک و بد
اپنے اپنے انجام کو پہنچ جائیں۔ ای اتم امر العباد وحسابهم
فاثیب الطائع وعوقب العاصی (روح ص۹۹ ج ۲) وَاِلَى
اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ
میں ہے۔ **ف۳۹۹** یہ نافرمانی کے انجام اور تخویف دنیوی کا
ایک نمونہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے حق واضح ہو جانے
کے بعد جو لوگ نہیں مانتے ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل سے پوچھو
ہم نے انہیں حق سمجھانے کے لئے کس قدر واضح نشانیاں دیں۔ تورات
نازل کی پیغمبروں کے معجزے ان کو دکھلائے مگر انہوں نے ضد و عناد
سے ان کا انکار کیا پھر ان کو کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا کیا گیا۔
ف۴۰۰ نعمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور وہ دلائل ہیں جو
رشد و ہدایت کا سبب تھے کیونکہ ہدایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت
ہے۔ اور تبدیل نعمت سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ان اسباب ہدایت
سے کام نہ لیا اور جو ہدایت ان سے حاصل کرنی چاہیئے تھی اسے حاصل نہ
کیا اور انہی اسباب کے ذریعے کفر اور گمراہی خریدی مثلاً تورات میں
تحریف کر کے، اس کے احکام کو ٹھکرا کر اور معجزات کا انکار کر کے۔
المراد آیاته ودلائله وهی من اجل اقسام نعم الله لانها
اسباب الهدی والنجاة من الضلالة ....
المراد بتبدیلها ان الله تعالیٰ اظهرها لتکون اسباب
هداهم فجعلوها اسباب ضلالتهم (کبیر ص۲۹۵ ج ۲)
یعنی جو شخص رشد و ہدایت کے اسباب و ذرائع کو غلط استعمال کر کے
ان سے گمراہی اور فسق و فجور کا کام لے اسے خدا کی گرفت سے غافل
نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی گرفت سخت اور اس کا عذاب عبرتناک
ہے۔ یہ بھی ترک جہاد پر تخویف ہے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کی تنبیہ
مقصود ہے کہ دیکھو اللہ کی نافرمانی کا یہ انجام ہے۔ **ف۴۰۱** یہ ماقبل
کی علت ہے یعنی جن لوگوں نے خدا کی ہدایت سے منہ موڑا، اس کے
انبیاء کی تکذیب کی، اس کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی توحید کا انکار
کیا انہیں اس پر کس چیز نے آمادہ کیا اور اس کا سبب کیا تھا؟

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا
اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر اے ایمان والو داخل ہو جاؤ
فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
اسلام میں پورے ف۳۹۶ اور مت چلو قدموں پر شیطان کے
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر تم پھسلنے لگو بعد اس کے کہ
مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
پہنچ چکے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے
حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ
حکمت والا ف۳۹۷ کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ
فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ
ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے ف۳۹۸ اور طے ہو جاوے قصہ
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع سَلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام ف۲ پوچھ بنی اسرائیل سے
كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ
کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو نشانیاں کھلی ہوئیں ف۳۹۹ اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت
اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾
بعد اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے ف۴۰۰
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ
فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
ایمان والوں کو ف۴۰۱ اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن ف۴۰۲

ع ۲۵ ۱۴ ۹

وقف لازم

فرمایا ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کی دولت اور ظاہری شان و شوکت کی محبت بس چکی ہے۔ دین کے مقابلہ میں دنیوی وقار و اقتدار، زندگی کی مادی آسائشیں اور ٹھاٹھ باٹھ انہیں بھلی
معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو قبول کیا ہے جس سے انہیں تمام دنیوی مقاصد اور مادی خواہشات کے پورا ہو جانے کی قوی امید ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایمان
والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام قبول کر کے ان لوگوں نے کیا حاصل کیا ہے۔ ان کے پاس دولت ہے، نہ زمینیں ——— محلات ہیں، نہ باغات۔ کیونکہ ان کوتاہ نظروں اور
کج فہموں نے ان چیزوں ہی کو زندگی کا ماحصل سمجھا ہوا ہے۔ **ف۴۰۲** واؤ حالیہ ہے حالانکہ یہ غرباء جو خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے تمام احکام کی تعمیل کرتے ہیں قیامت کے دن ان کافروں

موضح قرآن ف۱ یہ حال ہے صاحب ایمان کا کہ اللہ کی رضا پر اپنی جان دیوے۔ **ف۲** یعنی پیغمبر اور قرآن پر یقین نہیں لاتے تو اب منتظر ہیں اللہ آوے اور ہر کسی کو اس کے عمل کے موافق جزا دیوے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیاید عذاب او۔ ۱۲

سے بہت بلند درجات میں ہوں گے کیونکہ ایسے ضدی اور معاند کفار و منافقین کا ٹھکانا جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوگا اور یہ خدا سے ڈرنے والے فقراء مؤمنین اعلیٰ علیین میں ہونگے۔
فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ای فی الدرجة لانهم فی الجنة والکفار فی النار (قرطبی ص۲۹ ج۳) لان الفقراء فی علیین والکفار والمنافقین فی اسفل السافلین (معالم ص۱۶۸ ج۱) ش۳۱۲ باقی رہا دنیا میں کثرت رزق اور مال وزر کی فراوانی کا سوال تو یہ چیز خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے بے حساب دولت دیدے کسی مسلمان کو دیدے یا کسی کافر کو اس لئے وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ دولت کی کمی بیشی سے حق و باطل کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس آیت نے اس شبہ کا ازالہ بھی کر دیا جس کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ کہ اگر کافر حق پر نہیں ہیں تو اللہ نے انہیں اتنی دولت کیوں دی ہے تو فرمایا کہ یہ دولت تو چند روزہ ہے اور محض دنیا کی زینت اور رونق ہے آخرت میں تو صرف یہی ایمان اور تقویٰ کام آئے گا۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ
اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار ش۳۱۳ تھے سب لوگ
اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ
ایک دین پر ش۳۱۴ ف۱ پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور
مُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ
ڈرانے والے ش۳۱۵ اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے
بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ
لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں ش۳۱۶ اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں
اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم
بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا
آپس کی ضد سے ش۳۱۷ پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ
کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے ش۳۱۸ اور اللہ بتلاتا ہے جس کو
يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ
چاہے سیدھا راستہ ش۳۱۹ ف۲ ف۳ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا
جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے
مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا
تم سے پہلے ش۴۲۰ کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے
حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى
یہاں تک کہ کہنے لگے رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی

ف۱ اس سے پہلے اندراج ہے ای فاختلفوا بغیا بینہم ما بعثہ ۱۲ ف۲ جہاد کی چھوٹی ترغیب ہے دوگروہ نے اڈنکے نظر دین توحید میں اختلاف پیدا کرکے ہے ان کی نزع بھی کر دو ۱۲

ف۳ سابق ترغیب جنت میں جانا آسان نہیں ہے سلامتی کے نہیں مال و جان کی قربانی دینی کی پہلے پہل تولوں کی ہوئی ہے مومنوں کے مال وغیرہ ۱۲

ش۳۱۳ یہاں وحدت سے دین اور عقیدے کی وحدت مراد ہے۔ یعنی شروع میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ اور سارے کے سارے دین اسلام کے پابند اور توحید پرست تھے۔ متفقین علی دین الاسلام (مدارک ص۹۳ ج۱) متفقین علی التوحید مقرین لعبودیۃ (روح ص۱۰۰ ج۲) اس سے معلوم ہوا کہ آغاز فطرت میں انسان توحید پرست تھا۔ اور شرک کی بیماری بعد میں پھیلی ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی مسئلہ توحید موجود تھا بعض پلیدوں نے بسبب بغاوت توحید کی مخالفت کی اور پچھلے لوگ باغیوں کی عبارتیں دیکھ کر مسئلہ توحید کے بارے میں شبہات میں پڑگئے۔ لیکن ان کا شبہ خدا کے یہاں کتاب اللہ کی موجودگی میں قبول نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرو ش۳۱۴ یہ ماقبل پر مرتب ہے۔ لیکن اس میں بظاہر اشکال ہے کیونکہ جب سب لوگ دین توحید پر متفق تھے تو پھر پیغمبر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کا حل یہ ہے کہ اس سے پہلے فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ شروع میں تو سب لوگ توحید پر متفق تھے لیکن بعد میں ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے تاکہ وہ انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور نہ ماننے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اور اس حذف پر آیت کا اگلا حصہ شاہد ہے کیونکہ آگے ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے پیغمبروں کو کتابیں بھی دیں تاکہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت کی روشنی میں لوگوں کے باہمی اختلاف فی التوحید کا فیصلہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی آمد سے پہلے ان میں توحید کے بارے میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا جسے مٹانے کے لئے پیغمبر بھیجے گئے۔ نیز اسی مضمون کی ایک دوسری آیت میں فَاخْتَلَفُوْا کی صراحت موجود ہے جیسا کہ سورۂ یونس ع۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا۔ اور چونکہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے کتابیں اور نبی متعدد بھیجے اس واسطے نہیں کہ ہر فرقے کو جدی راہ فرمائی اللہ کے یہاں سب خلق کو ایک ہی راہ کا حکم ہے جس وقت اس راہ سے کسی طرف بچلے اللہ نے نبی بھیجا کہ سمجھا دے اور کتاب بھیجی کہ اس پر چلے جاویں پھر کتاب والے کتاب میں بچلے تب دوسری کتاب کی حاجت ہوئی سب نبی اور سب کتابیں اسی ایک راہ کے قائم کرنے کو آئی اس کی مثال جیسے تندرستی ایک ہے اور مرض بیشمار جب ایک مرض پیدا ہوا ایک دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا۔ جب دوسرا مرض ہوا دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا اب آخر کی کتاب میں ایسی راہ فرمائی کہ ہر مرض سے بچاؤ ہے۔ یہ سب کے بدلے کفایت ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پیش از آمدن ہر پیغامبر کہ باشد متفق بودند بایکدیگر در دین او اختلاف نداشتند ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل آنست کہ سنت اللہ جاری شدہ است بآنکہ بعد بعثت ہر پیغمبر در امت دعوت اختلاف واقع می شود از آں تنگدل نباید شد۔ ۱۲

کی تفسیر کرتے ہیں اس لئے یہاں بھی فاختلفوا محذوف ہے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ الکتاب میں لام جنس کیلئے ہے بالحق الکتاب سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کے ساتھ ایک کتاب بھیجی جس میں دین حق کا بیان تھا۔ ٤٠٦ یہ بعثتِ انبیاء اور انزال کتب کی علت ہے اور یحکم کا فاعل اللہ ہے یعنی جب لوگوں نے توحید پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف شروع کر دیا، کچھ لوگ توحید پر قائم رہے اور کچھ لوگوں نے خدا کے سوا غیروں کی عبادت اور پکار شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نامے دیکر پیغمبر بھیجے تاکہ اس طرح ان کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کرے ۔ فیصلے سے یہاں دلائل و براہین سے حق و باطل میں واضح اور کھلا ہوا امتیاز پیدا کرنا مراد ہے۔ اب جس کا جی چاہے توحید قبول کرے اور جس کا جی چاہے شرک کر کے اپنی عاقبت برباد کر لے۔ دونوں راستے دلائل سے کے سامنے واضح کر دیئے گئے ہیں ٤٠٧ اُوْتُوْهُ میں ضمیر مفعول الکتاب کی طرف راجع ہے ۔ الذین اوتوہ سے اس کتاب کے عالم اور اس کا درس و تدریس کرنے والے اور پیشوایانِ قوم مراد ہیں ۔ الذین اوتوہ ارباب العلم به والدراسة له (بحر ص١٣٣ ج ٢) اور البینات سے مراد دلائل عقلیہ ہیں یعنی کتاب کے ساتھ ساتھ ہم نے توحید پر عقلی دلائل بھی قائم کر دیئے تھے ۔ (وھذہ البینات لا یمکن حملها علی شیٔ سوی الدلائل العقلية التی نصبها اللہ تعالیٰ (کبیر ص٣ ج ٢) اور بغیا اختلف کا مفعول لہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ حق میں ہمیشہ اختلاف انہیں لوگوں نے ڈالا جو خدا کی کتاب کا علم رکھتے اور قوم کے پیشوا اور رہنما تھے ۔ یعنی علماء سوء اور پیرانِ سوء اور اختلاف بھی انہوں نے کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں ڈالا بلکہ عقلی اور نقلی دلائل سے حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا۔ ایک حصر تو یہاں مذکور ہے کہ اختلاف ڈالنے والے صرف پیشوایانِ سوء ہی ہیں اور کوئی نہیں اور دوسرا حصر کہ ان علماء سوء نے اختلاف ہمیشہ جان بوجھ کر ڈالا ہے کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے یہ سورۂ جاثیہ ع ٢ میں مذکور ہے فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۔ اس آیت میں تین چیزیں بیان ہوئیں (١) اختلاف کن لوگوں نے کیا، (٢) کب کیا اور (٣) کیوں کیا۔؟ یعنی اختلاف ہمیشہ علماء سوء نے ڈالا، اور جان بوجھ کر ڈالا اور محض ضد و عناد کی وجہ سے ڈالا۔ ٤٠٨ من الحق ما کا بیان ہے اور اذن سے مراد اللہ کی توفیق ہے ۔ ای بتوفیقه وتیسیره (روح ص١٠٢ ج ٢) اور اٰمنوا سے قصد دالایمان مراد ہے یعنی جو لوگ صدقِ دل سے ایمان کے طالب اور حق کے جویا تھے ۔ علماء سوء تو ہمیشہ دین حق میں اختلاف ڈالنے میں مصروف رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ طالبانِ حق کو محض اپنی مہربانی اور توفیق سے توحید کی راہ دکھائی اور فساد ماحول کے باوجود دینِ حق پر قائم رہے اور اگر الذین اوتوہ سے اہل کتاب مراد ہوں تو الذین اٰمنوا سے امت محمدیہ مراد ہوگی۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ جن امور میں اہل کتاب کے درمیان اختلاف رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان میں صحیح راستہ دکھا دیا مثلاً یہود و نصاریٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا کہ وہ یہودی تھے یا نصرانی تو اللہ نے ہمیں بتایا کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ حنیف و مسلم تھے ۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور عیسائیوں نے انہیں خدا بنا لیا مسلمانوں کو خدا نے بتایا کہ وہ خدا کے پیغمبر اور اس کے بندے تھے ۔ وغیر ذٰلک ۔ ٤٠٩ وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور اس کی مشیت ہمیشہ ان لوگوں کی ہدایت سے متعلق ہوتی ہے ۔ جو ضد اور عناد نہ کریں اور صدقِ دل اور اخلاص عمل کے ساتھ راہِ حق کے طالب ہوں ۔ اس آیت میں بھی جہاد کی ترغیب ہے ۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ اختلافات میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صحیح راہنمائی فرماتا ہے ۔ نیز جہاد اس لئے بھی کرنا ضروری ہے تاکہ دینِ حق کے مٹانے والوں کا قلع قمع کیا جائے ۔ یہاں ایک شبہ ہے کہ اختلاف تو اگلوں نے ڈالا تھا پچھلوں کا کیا قصور ہے کہ ان سے جہاد کیا جائے۔ انہوں نے تو اگلوں کی تقلید کی ہے ۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ اگلوں کی اندھا دھند پیروی میں معذور نہیں ہیں کیونکہ عقلی اور نقلی دلائل ان کے سامنے موجود ہیں۔ انہوں نے ان میں غور و فکر کر کے اور انصاف سے کام لے کر حق سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب له حجتهم داحضة عند ربهم (شوریٰ ع ٢) جبکہ علماء ربانیین اللہ کی توحید دلائل سے مان چکے ہیں۔ اللہ کی طرف سے کتاب بھی نازل ہو چکی ہو تو اب باغیوں کے اقوال سے احتجاج مردود ہے ۔ ٤١٠ مثل سے گذشتہ انبیاء کی امتوں کے سے شدائد اور مصائب مراد ہیں ۔ ای حالهم التی هی مثل فی الشدة (مدارک ص٨٩ ج ١) اس میں خطاب صحابہ کرام سے ہے ۔ اور یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کے جن بلند مقامات کے تم طالب ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم تکلیفوں اور آزمائشوں میں پڑے بغیر ہی وہاں تک پہنچ جاؤ گے ۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ۔ بلند درجات حاصل کرنے کے لئے تمہیں مال و جان کی قربانی دینی پڑے گی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں گی ۔ مال و جان اور اولاد کے ذریعے جہاد کرنا پڑے گا ۔ ٤١١ یہ امم سابقہ کے حال کا بیان ہے ۔ باساء سے مالی نقصان اور معاشی بدحالی مراد ہے ۔ اور ضراء سے جانی نقصان اور جسمانی تکلیفیں اور بیماریاں مراد ہیں ۔ الباساء الفقر والضراء السقم (ابن کثیر ص٢٥٠ ج ١) اور زلزلوا کے معنیٰ ہیں ازعجوا ازعاجا شدیدا بانواع البلایا (روح ص١٠٣ ج ٢) یعنی مصائب و تکالیف کی شدت اور کثرت سے ان کے دل دہل گئے ۔ اور شدت و اضطراب اور بے چینی کی حالت میں پیغمبر اور مؤمنین طلب نصرت کے طور پر کہنے لگے ۔ آخر اللہ کی نصرت کب آئے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے مصائب و شدائد میں ان سے مدد کا وعدہ کیا ہوا تھا ۔ جب کفار اور مشرکین کے ہاتھوں ان کی مصیبتیں اور تکلیفیں انتہا کو پہنچ جاتیں تو انبیاء و مؤمنین یہ سمجھتے کہ اب تو تکلیفیں انتہا کو پہنچ چکی ہیں اب تو اللہ کی مدد ضرور آنی چاہیئے ۔ پھر شدتِ اضطراب میں اللہ کی مدد پہنچنے کی تمنا کرتے ۔ ٤١٢ اس تمنا اور طلب کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا کہ ثابت قدم رہو ۔ ہماری مدد اور نصرت پہنچنے ہی والی ہے ۔ اس سے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ تکلیفیں اور آزمائشیں ان پر بھی آئیں گی ۔ لہٰذا انہیں ان کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے ۔ ٤١٣ مضمونِ انفاق کا دوسری بار بیان ۔ آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوال منفَق کے متعلق ہے ۔ یعنی کیا اور کس قدر خرچ کریں اور جواب میں خرچ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں ۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بات کو چھوڑو کہ کیا اور کتنا خرچ کرنا چاہیئے ۔ اصل چیز تو مصرف ہے ۔ اس لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو ۔ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ صحیح مصرف میں خرچ ہو ۔ ظاہر الاٰیة انه سئل عن المنفق فاجاب ببیان المصرف صریحا لانه اهم فان اعتداد النفقة باعتباره (روح ص١٠٤ ج ٢) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سوال یہ تھا کہ کتنا خرچ کریں تو جواب ملا کہ جتنا خرچ کرو مجھے تو کچھ نہیں دینا بلکہ اپنے والدین وغیرہ ہی کو دینا ہے ۔ ٤١٤ ان الفاظ کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور ابن السبیل کے عموم میں جہاد فی سبیل اللہ کا مسافر بھی شامل ہے ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ نیکی خواہ کوئی ہو مالی ہو یا بدنی چھوٹی ہو یا بڑی ہو اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے ۔ اس لئے وہ ہر نیکی کی پوری پوری جزا دے گا ۔ یہاں تک انفاق کا ذکر تھا ۔ ٤١٥ مضمونِ جہاد کا تیسری بار ذکر ۔ کُرْهٌ سے طبعاً ناپسندیدہ چیز مراد ہے ۔ مال و جان کا ضیاع ہمیشہ انسانی طبیعت کو گراں محسوس ہوتا ہے ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کا امر بالجہاد ناپسند تھا ۔ ای شاق علیکم قال بعض اهل المعانی هذا الكره من حیث نفور الطبع عنه لما فیه من مؤنة المال ومشقة النفس وخطر الروح لا انهم کرهوا امر اللہ تعالیٰ (معالم ص١٧٤ ج ١) عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض چیزیں اپنے ظاہری اور مادی نقصانات کی وجہ سے تمہیں ناپسند ہوں اور تم انہیں اچھا نہ سمجھتے ہو مگر انجام کے لحاظ سے اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے خیر و برکت اور فلاحِ دارین کا باعث ہوں مثلاً جہاد ہی کو لے لیجئے جو بظاہر قتل و خونریزی اور مال و جان کے ضیاع کی وجہ سے تمہیں ناپسند ہے مگر اس کا انجام بہتر ہے ۔ کیونکہ جہاد ہی سے تم اپنا اور اپنے دین کا نام دنیا میں سربلند کر سکتے ہو ۔ اس کا وقار اور اس کی شان و شوکت کو قائم رکھ سکتے ہو ۔ جہاد ہی سے تم اپنی عزت و آبرو اور اپنے مال و جان کی حفاظت کر سکتے ہو اور جہاد ہی سے تم غازیوں اور شہیدوں کے درجات حاصل کر سکتے ہو ۔ اس سے بھی مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا مقصود ہے ۔ ٤١٦ اسی طرح یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک چیز کے ظاہری فوائد کی وجہ سے تم اسے پسند کرو مگر حقیقت میں

وہ چیز تمہارے حق میں سخت مضر ہو۔ مثلاً جہاد میں شرکت نہ کرنے اور آرام و راحت سے گھر بیٹھے رہنے کو تم پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ اس طرح مال و جان محفوظ رہے گا۔ لیکن دراصل ترک جہاد میں تمہارا سراسر نقصان اور خسارۂ دارین ہے۔ کیونکہ اس طرح تم کافروں کے ہاتھوں ذلیل ہو جاؤ گے۔ وہ تمہارا ستیاناس کر دیں گے۔ مال لوٹ لیں گے۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں گے۔ تمہارے شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور تمہارا دین دنیا سے مٹا ڈالیں گے۔ یہ دوسری طرز پر جہاد کی ترغیب ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور ہر چیز پر حاوی ہے۔ انسان کا علم ناقص اور محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے فوائد اور نقصانات سے بخوبی آگاہ اور ہر کام کی حکمتوں کو جانتا ہے۔ لہٰذا اس نے جو جہاد کا حکم دیا ہے اس میں یقیناً مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری ہے۔ ف۲۱۷ قتال فیه، الشهر الحرام سے بدل الاشتمال ہے اور الشہر الحرام سے مراد یہاں رجب ہے اور یسئلون کا فاعل مشرکین ہیں۔

نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ٢١٤ يَسْــَٔـلُوْنَكَ مَاذَا
اللہ کی مدد ف۲۱۳ سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے ف۲۱۴ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز
يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
خرچ کریں ف۲۱۵ کہدو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کیلئے
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَ
اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے ف۲۱۶ اور
مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٢١٥ كُتِبَ
جو کچھ کرو گے تم بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے ف۱ فرض ہوئی
عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَھُوْا
تم پر لڑائی اور بری لگتی ہے تم کو ف۲۱۷ اور شاید کہ تم کو بری لگے
شَـيْـــًٔـا وَّھُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَـيْـــًٔـا وَّ
ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں ف۲۱۶ اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور
ھُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٢١٦
وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے
يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ
تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا ہے ف۲۱۷ ف۲ کہدے
قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ
لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے ف۲۱۸ اور اس کو نہ
بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ
ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے
اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ
اس سے بھی بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک ف۲۱۹ اور لوگوں کو دین سے بچلانا ف۳ قتل سے بھی بڑھ کر ہے ف۲۲۰

ایک دفعہ مقام نخلہ میں مسلمانوں کا مشرکین سے مقابلہ ہو گیا جس میں ایک مشرک عمر بن الحضرمی مارا گیا۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ آج جمادی الآخر کی آخری یعنی تیس تاریخ ہے مگر اتفاق سے چاند انتیس کا تھا اور اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ کانوا یظنون تلك الليلة من جمادى وكانت اول رجب ولم يشعروا (ابن جریر ص۱۹۹ ج ۲) جب اس واقعہ کا علم مشرکین قریش کو ہوا تو ان کا ایک وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے سوال کیا کہ کیا رجب جو کہ شہر حرام ہے اس میں قتال جائز ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سوال مسلمانوں نے کیا تھا۔ کیونکہ اس واقعہ کی وجہ سے انہیں ندامت ہوئی کہ ہم نے شہر حرام میں قتل کر کے بڑا گناہ کیا ہے۔ قُلْ قِتَالٌ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ واقعی شہر حرام میں قتال (لڑائی) کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ف۲۱۸ یہاں سے شہر حرام میں قتال کے جواز کی پانچ دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ صَدٌّ اور قِتَالٌ دونوں نکرے ہیں اور چونکہ دونوں کے ساتھ جار مجرور متعلق ہے اس لئے ان میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے اور ان کا مبتدا ہونا صحیح ہے۔ جیسا کہ امام ابن مالک نے الفیہ میں اس کی مثال یوں دی ہے۔ ورغبة فى الخير خير سبیل اللہ سے مراد اسلام ہے۔ عن سبيل الله وهو الاسلام (روح ص۱۰۹ ج ۲) یعنی اسلام سے اور توحید سے روکنا اور یہ پہلی علت ہے وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اس کا عطف سبیل اللہ پر ہے یعنی مسلمانوں کو مسجد الحرام سے روکنا یہ دوسری علت ہے۔ ف۲۱۹ اور مسجد حرام کے اہل کو وہاں سے نکالنا اور اہل سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہیں۔ یہ لوگ مسجد حرام کے اہل اس لئے تھے کہ یہ اس کی آبادی کے پورے پورے حقوق ادا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا سب سے بڑا حق تو یہی تھا کہ اس میں صرف خدائے واحد کی عبادت کی جائے اور اس میں شرک نہ کیا جائے۔ اور اس حق کو وہ کما حقہ ادا کرتے تھے۔ وهم النبى صلى الله عليه وسلم والمؤمنون وانما كانوا اهله لانهم القائمون بحقوقه (روح ص۱۰۹ ج ۲) یہ تیسری علت ہے۔ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ والفتنة التى انتم عليها مقيمون یعنی اللہ کے نزدیک شہر حرام میں یہ گناہ قتل کی نسبت زیادہ سنگین ہیں۔ یعنی الشرك اكبر من القتل (ابن جریر ص۱۹۹ ج ۲) اسی طرح شرک جو تم شہر حرام میں کرتے ہو وہ قتل سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ یہ چوتھی علت ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں جو قتل کیا ہے وہ عمداً اور قصداً اس ماہ میں نہیں کیا بلکہ غلطی سے کیا ہے اور تم جو یہ گناہ ہمیشہ عزت والے مہینوں میں کرتے رہتے ہو وہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہیں تم ان کا خیال نہیں کرتے ہو۔ اور اگر سوال مسلمانوں

ر ۱ مضمون انفاق کا دوسری بار بیان ۱۲
مر ۲ سالقون ترغیب الله کے دین کی خاطر جہاد میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں ہو گا۔ ۱۲
در ۲ مضمون جہاد کا
ع ۲۶ ۱۰
تیسری بار ذکر ۱۲
جو تعلق مضمون جہاد
سے شہر حرام میں جواز قتال کی پہلی علت ۱۲
ب جواز قتال کی دوسری علت ۱۲
ت جواز قتال کی تیسری علت ۱۲
ث جواز قتال کی چوتھی علت ۱۲

منزل ۱

موضح قرآن ف۱ لوگوں نے پوچھا تھا کہ مالوں میں سے کس مال کا خرچ کرنا بہت ثواب ہے جواب فرمایا کہ مال کوئی ہو لیکن مال جسقدر رکھ کر نے پر خرچ ہو ثواب زیادہ ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی رجب و ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم کہ در شریعت ابراہیم جنگ کردن باینہا حرام بود پس سوال کردند کہ در شریعت محمدیہ حکم تحریم باقی ماند یا نہ ۱۲ ف۲ یعنی ترویج شرک ۱۲ ف۳ حاصل جواب آنست کہ قتال کفار جائز است و تحریم قتال مسلمین مغلظ میشود ۱۲

نے کیا تھا۔ تو پھر جواب کی نوعیت تسلیہ کی ہوگی یعنی مسلمان کو تسلی دی کہ اگر تم سے رجب میں قتل ہوگیا ہے تو یہ کوئی زیادہ بڑی گناہ کی بات نہیں خود مشرکین اشہر حرم میں جو جو کرتوت کرتے ہیں وہ قتل سے بھی بڑے گناہ ہیں ۔ ف۴۲۰ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے ۔ یعنی اگر تمہیں مشرکین سے اشہر حرم میں لڑنا پڑے تو بے کھٹکے ان سے لڑو ۔ کیونکہ مشرکین تو اس بات کا تہیہ کرچکے ہیں کہ وہ بلاقید اشہر حرم ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ تمہیں دین اسلام سے پھیر کر دوبارہ کافر بنالیں ۔ یہ اشہر حرم میں جواز قتال کی پانچویں علت ہے ۔ العرض اشہر حرم میں قتال نہ کرنے کی تو صرف ایک علت ہے مگر قتال کے جواز کی پانچ علتیں ہیں اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۔ یعنی اگر ان کے اختیار میں اور قابو میں ہو ۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں اور تمہیں دوبارہ کافر بنا سکیں ۔ قولہ ان استطاعوا استبعاد لاستطاعتھم کقول الرجل لعدوہ ان ظفرت بی فلا تبق علی (کبیر ص۲۲۳ ج۲،

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ
اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے ۴۲۰
اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
اگر قابو پا دیں اور جو کوئی پھرے تم میں سے اپنے دین سے
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
دنیا اور آخرت میں ۴۲۱ اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۴۲۲ ف۱ بے شک جو لوگ ایمان لائے ۴۲۳ اور جنہوں نے
هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ
ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ
يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾
امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۴۲۴
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ
تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا ۴۲۵ کہدے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے
كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ
اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو ۴۲۶ ف۲ اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے
نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ
فائدے سے ف۳ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ۴۲۷ کہدے
الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
جو بچے اپنے خرچ سے ف۳ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم

مدارک ج۱) ۴۲۱ یہ مسلمانوں کے لئے تخویف اور ڈراوا ہے فالاٰیۃ تھدید للمسلمین لیثبتوا علی دین الاسلام (قرطبی ص۴۶ ج۳) یعنی تم میں سے اگر کوئی مشرکین کے کہنے سننے سے اپنے دین یعنی اسلام سے پھر گیا ۔ اور توبہ کے بغیر کفر پر مرگیا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت جائیں گے اور ان کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا مرتد کے دنیا میں اعمال ضائع ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی وجہ سے جو اسے فوائد حاصل تھے وہ ان سے محروم ہوجائے گا۔ اور آخرت میں اس کے اسلام پر جو اجر و ثواب مرتب ہونے والا تھا ۔ وہ بھی ختم ہوجائے گا ۔ لبطلان ما تخیلوہ و فوات ما للاسلام من الفوائد فی الاولی وسقوط الثواب فی الاُخریٰ (روح ص۱۰۸ ج۲) ۴۲۲ یعنی مرتدین کی وہی سزا ہے جو دوسرے کافروں کی ہے ۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ۔ اور ان کا گذشتہ ایمان ان کے کام نہیں آئے گا ۔ کسائر الکفرۃ ولا یغنی عنھم ایمانھم السابق علی الردۃ شیئا (روح ص۱۰۸ ج۲) اب آگے جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب بیان کرکے جہاد کی مزید ترغیب فرمائی ہے اور جن مسلمانوں سے رجب میں غلطی سے قتل ہوگیا تھا ۔ اور انہوں نے مذکورہ بالا جواب سے یہ تو سمجھ لیا تھا کہ وہ گناہ سے بچ گئے ہیں ۔ مگر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس مہم کے سر کرنے میں وہ ثواب سے محروم رہیں گے تو اگلی آیت میں انہیں خوشخبری دی کہ انہیں اللہ کی رحمت سے ضرور حصہ ملے گا ۔ انہیں ناامید نہیں ہونا چاہیئے ۴۲۳ ایمان چونکہ تمام اعمال کی قبولیت کی شرط ہے اور اس کے بغیر نہ ہجرت مفید ہے نہ جہاد ۔ اس لئے پہلے اس کا ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اللہ کے دین اور اس کی توحید کی خاطر اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنا وطن چھوڑا ۔ وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے دین اور اس کی توحید کو سربلند کرنے کے لئے کفار سے جہاد کیا ۔ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۔ اُولٰٓئِكَ سے صفات بالا کے حاملین کی طرف اشارہ ہے اور رجاء سے قطع اور یقین مراد ہے ۔ المراد من الرجاء القطع والیقین ۔ (کبیر ص۳۲۶ ج۲) اور خبر بمعنی امر ہے ۔ یعنی یہ لوگ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بلکہ اس کی رحمت کا یقین رکھیں ۔ ۴۲۴ مغفرت کے ساتھ صفت رحمت کا ذکر کرکے ایمان والوں کو مزید اطمینان دلا دیا کہ گناہ کی معافی کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی ملیگا۔

موضح قرآن ف۱ حضرت نے ایک فوج بھیجی جہاد پر انہوں نے کافروں کو مارا اور لوٹ لائے مسلمانوں کو خبر تھی کہ وہ دن جمادی الثانی کا ہے اور وہ غرہ رجب تھا کافروں نے اس پر بہت طعن کیا اور مسلمانوں کو شبہ پڑا اس پر یہ آیت اُتری یعنی ان مہینوں میں ناحق کی لڑائی اشد گناہ ہے اور جن کافروں نے مسلمانوں سے ان مہینوں میں قصور نہ کیا ان سے لڑنا منع نہیں ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در دنیا ۱۲ ف۲ یعنی حرام اند و بمنافع آنہا التفات نباید کرد ۱۲ ف۳ یعنی از حاجت ضروری ۱۲

ربط ۔ حرمت والے مہینوں میں قتال کی دو جہتیں تھیں ۔ ایک جہت سے ناجائز اور ایک جہت سے جائز ۔ اگر مہینوں کی عزت اور نفوس کی حرمت کو دیکھا جائے تو جن افعال کا ارتکاب مشرکین ان مہینوں میں کرتے تھے ان کی روک تھام کے پیش نظر ان مہینوں میں قتال ناجائز ہے ۔ حرمت نفوس و اشہر کے مقابلہ میں چونکہ توحید زیادہ اہم ہے ۔ لہٰذا شرک کے استیصال کے لئے ان مہینوں میں قتال کرو ۔ آگے اسی مناسبت سے پانچ اور ذو جہتین مسائل بیان فرمائے ہیں ۔ اور ہر مسئلہ کا تعلق دفع شرک سے ہے جن کا خلاصہ پانچویں مسئلہ کے بعد آرہا ہے ۔ **۴۲۵** پہلا مسئلہ یعنی آپ سے شراب کی حلت و حرمت کے متعلق پوچھتے ہیں اور شراب سے مراد ہر وہ سیال ہے جو مسکر ہو اور عقل میں فتور پیدا کرے ۔ خواہ کسی چیز سے تیار کیا گیا ہو اور خواہ اس کا کوئی سا نام رکھدیا گیا ہو ۔ الحق الذی لا ینبغی العدول عنہ ان الشراب المتخذ مما عدا العنب کیف کان وبای اسم سمی کان بحیث یسکر من لم یتعودہ حرام وقلیلہ ککثیرہ ویحد شاربہ الخ (روح ج ۲ ص ۱۱۳) اسی طرح میسر سے بھی جوئے کی تمام قسمیں مراد ہیں ۔ خواہ وہ لاٹری کی صورت میں ہو یا امدادی کمیٹی کی شکل میں یا ان کے سوا جو کھیلوں پر یا گھوڑوں کی دوڑ وغیرہ پر بازی لگائی جاتی ہے یہ سب میسر میں داخل ہیں ۔ وفی حکم المیسر انواع القمار من النرد والشطرنج وغیرھما (مدارک ج ۱ ص ۸۶) **۴۲۶** یعنی شراب اور جوئے میں ایک طرف تو بہت بڑا گناہ ہے مگر ساتھ ہی ان میں لوگوں کیلئے جسمانی اور مالی فوائد بھی ہیں ۔ مثلاً شراب میں لذت و سرور کے علاوہ بدن کو تقویت پہنچتی ہے اور اس کی تجارت سے نفع ہوتا ہے اور جوئے سے بغیر محنت و مشقت کے مال ہاتھ آجاتا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا لیکن ان سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے فوائد سے کہیں زیادہ بڑی ہیں ۔ ان سے حاصل ہونیوالے فوائد تو محض مادی اور گھٹیا قسم کے ہیں مگر ان کے نقصانات دین و دنیا کے لئے تباہ کن ہیں ۔ یہاں سے اشارہ نکلا کہ معمولی مادی فوائد کے لئے دین و دنیا کو برباد نہ کرو اور شراب اور جوئے سے پرہیز کرو ۔

نکتہ ۔ اپنے مالی اور بدنی منافع کے لئے کسی کو ادنیٰ مارپیٹ اور مالی نقصان نہ پہنچاؤ لیکن شرک باللہ کے مقابلہ میں کسی کی جان تک نہ چھوڑو اور بے خوف مار ڈالو ۔

۴۲۷ دوسرا ذو جہتین مسئلہ ۔ یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے ۔ وہاں اس کے جواب میں مصارف کا ذکر کیا گیا اور یہاں مقدار کا ذکر ہے ۔ کہ کتنا مال خرچ کرنا ہے ۔ قُلِ الْعَفْوَ ۔ عفو سے مراد وہ مال ہے جو ضروری حوائج سے زائد ہو ۔ فالمعنی انفقوا ما فضل عن حوائجکم (قرطبی ص ۶۱ ج ۳)

مرا تیسرا ذو جہتین مسئلہ یتامیٰ کے واسطے اصلاح بہتر ہے ۔ یعنی ان کا مال نہ لو اگرچہ ان کو کچھ بھی نہ دو لیکن ان کے مال کی حفاظت کرو لیکن قتال فرض یعنی تم کو شانے کردے ان کا مال بھی تم خرچ کردو (الخ)

یعنی چوتھا ذو جہتین مسئلہ مشرکین کے نکاح میں مشرکین سے اور بیویوں اگرچہ حسن اور مال ہو لیکن شرک کے مقابلے میں اسے چھوڑ دو ۱۲

موضح قرآن ف ۱ شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اتریں ہر ایک میں ان کی برائی ہے ۔ آخر سورۂ مائدہ کی آیت اتری کہ صاف حرام ہو گئی ۔ جو چیز نشہ لاوے سب حرام ہے اور شرط بدی جاوے اس پر مال کیا جاوے سب حرام ہے اور پوچھا لوگوں نے کہ مال کس قدر خرچ کریں حکم ہوا کہ اپنی حاجت کو افزود ہو تب خرچ کرو جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
فکر کرو دنیا اور آخرت کی باتوں میں اور تجھ سے پوچھتے ہیں
عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ
یتیموں کا حکم ۴۲۸ کہدے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے ف۱ اور اگر
تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں ۴۲۹ اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے
مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اور سنوارنے والے کو ۴۳۰ اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى
زبردست ہے تدبیر والا ف۲ اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک
يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ
ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان ۴۳۱ بہتر ہے مشرک بی بی سے
وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى
اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کرو مشرکین سے ف۳ جب تک
يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ
وہ ایمان نہ لے آویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ
اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ
تم کو بھلا لگے ۴۳۲ ف۴ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف ۴۳۳ اور اللہ
يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ
بلاتا ہے جنت کی اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے
اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ف۵ اور تجھ سے پوچھتے ہیں

۲۷ ع ۵ ۱۱

ضروری ہے سارا مال اٹھا ڈالو تو دنیا کی حاجت میں عاجز رہو اور یتیموں کے حق میں پہلے تقید اترا کہ جو کوئی ان کا مال کھاوے وہ اپنے پیٹ میں آتش بھرے پھر جو کوئی یتیموں کے رکھنے والے تھے ان کے مال اور خرچ کھانے پینے پہننے کا جدا رکھنے لگے کہ ہمارے خرچ میں کوئی چیز نہ آجاوے پھر سخت مشکل پڑی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار اس کے کام نہ آئی ضائع ہوئی تب یہ حکم اترا خرچ اپنا اور ان کا ملا رکھو تو مضائقہ نہیں کہ ایک وقت ان کی چیز آپ خرچ کی تو دوسرے وقت اپنی چیز ان کے کام لگائی لیکن نیت چاہیئے سنوارنے کی اللہ نیت کو دیکھتا ہے ۔ **ف۲** پہلے کافر اور مسلمان میں نسبت ناتا جاری تھا اس آیت سے حرام ٹھہرا اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا ۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے اس کو ہر ایک بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر باقی یہود و نصاریٰ کی عورت سے نکاح درست ہے ان کو مشرک نہیں فرمایا ۔

فتح الرحمٰن ، **ف۱** یعنی بغیر شرکت ۱۲ **ف۲** یعنی زنان مومنہ را ۱۲ **ف۳** یعنی ہر بندہ از بندگان خدا کہ مومن باشد و ہر داہ از داہان خدا کہ مومنہ باشد بہتر است از مشرک و مشرکہ ۱۲

ای انفقوا ما فضل عن قدر الحاجۃ (مدارک ۱ ص ۸۰) كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ جس طرح یہاں خرچ کرنے کا حکم بیان کیا ہے کہ ضرورت سے زائد خرچ کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمام احکام بیان کرتا ہے۔ اور ان میں تمہاری سہولت اور تمہارے فائدے کو مدنظر رکھتا ہے۔ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ظرف تَتَفَكَّرُوْنَ کے متعلق ہے یعنی یہ سہولت کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ تم دین و دنیا کے معاملہ میں غور کرو اور اپنی دولت کا ایک حصہ اصلاح معاش پر خرچ کرو اور باقی ماندہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ فتحبسون من اموالکم ما یصلحکم فی معاش الدنیا وتنفقون الباقی فیما ینفعکم فی العقبیٰ (قرطبی ج ۳ ص ۶۳) انفاق میں بھی دو جہتیں تھیں۔ ایک مالی نقصان۔ دوسرا اخروی نفع۔ اخروی نفع دنیوی نقصان کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے اس لئے ضروریات زندگی سے زائد روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ لیکن اگر جہاد فرض ہو جائے تو شرک کو مٹانے کے لئے سارا مال خرچ کر ڈالو۔ ۴۲۸ تیسرا مسئلہ قرآن مجید میں یتیموں کا مال کھانے کی سخت ممانعت وارد ہوئی تو صحابہ کرام میں سے جس جس کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا۔ انہوں نے یتیموں کے کھانے پینے کا انتظام اپنے سے الگ کر دیا۔ اگر کسی یتیم کا کچھ بچ رہتا تو وہ دوسرے وقت یتیم کو دیدیا جاتا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ کھانا خراب ہو جاتا نیز ان کا کھانا علیحدہ تیار کرنے میں بھی بہت دقت تھی۔ اس لئے صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا یتیموں کے کھانے کا علیحدہ انتظام رکھا جائے یا اپنے ساتھ ملانے کی اجازت ہے؟ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہ طریقہ اختیار کرو جس میں یتیموں کی اصلاح ہو اور ان کا فائدہ ہو۔ یعنی یتیموں کو مال دینا واجب نہیں البتہ ان کی خیرخواہی ضروری ہے۔

قاعدہ:۔ قرآن مجید میں جہاں دو مسئلے بیان کرنے ہوں اور ان میں سے ایک سیاق سے معلوم ہو جائے اور ایک سیاق سے معلوم نہ ہو تو جو مسئلہ سیاق سے معلوم ہو جائے اس کی صراحت نہیں کی جاتی اور جو سیاق سے معلوم نہ ہو اسے صراحتہً بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہے۔ یہ بات سیاق سے معلوم تھی کہ یتامیٰ کو مال دینا ضروری نہیں اس کا ذکر نہیں کیا گیا اور ان کی اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۲۹ اور اگر تم ان کے کھانے پینے کا انتظام اپنے ساتھ مخلوط رکھو تو اس کی بھی اجازت ہے کیونکہ وہ بھی تمہارے بھائی ہیں اگر بھائیوں بھائیوں میں رضامندی سے تھوڑا بہت ادھر ادھر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ غرض یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق نہ کھایا جائے۔ اس آیت میں بہ شرط اصلاح یتیموں کو ساتھ رکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ ۴۳۰ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہی ہے کہ یتیموں کا خرچ اکٹھا کرنے سے کس کی نیت نیک ہے اور کس کی نیت خراب ہے۔ کون یتیموں کے مال کی اصلاح اور حفاظت چاہتا ہے۔ اور کون ان کے مال میں خیانت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے الذی یقصد بالمخالطۃ الخیانۃ وافساد مال الیتیم واکلہ بغیر حق عن الذی یقصد الاصلاح (معالم ج ۱ ص ۱۹۷) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ۔ مخالطت کی اجازت دے کر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سہولت پیدا کر دی ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کی اجازت نہ دیتا اور تم پر اس معاملہ میں تنگی پیدا کر دیتا۔ ای لضیق علیکم ولم یجوز لکم مخالطتہم (روح ج ۲ ص ۱۱۵) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ وہ جو چاہے حکم دے سکتا ہے۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ مگر وہ صرف وہی احکام صادر فرماتا ہے جو اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوں۔ اس کی بھی دو جہتیں تھیں۔ اگر یتیموں کا مال علیحدہ رکھا جائے تو اس میں حرج ہے اور اگر

عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي

حکم حیض کا ۴۳۱ کہدے وہ گندی ہے ۴۳۲ سو تم الگ رہو عورتوں سے

الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا

حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو دیں پھر جب

تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

خوب پاک ہو جاویں ۴۳۳ ف۱ تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے ۴۳۴ بیشک اللہ کو

يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾ نِسَآؤُكُمْ

پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے ۴۳۵ ف۲ تمہاری عورتیں

حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا

تمہاری کھیتی ہیں ۴۳۶ سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو ۴۳۷ ف۳ اور آگے کی تدبیر

لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ

کرو اپنے واسطے ۴۳۸ ف۴ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً

اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو ف۵ اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ

لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

اپنی قسمیں کھانے کیلئے ۴۴۲ کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٤﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

بچ جاؤ ۴۴۳ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ۴۴۴ ف۶ نہیں پکڑتا تم کو اللہ

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

بیہودہ قسموں پر تمہاری ۴۴۵ ف۷ لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر جن کا

كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ

قصد کیا تمہارے دلوں نے اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے ف۸ جو لوگ

موضح قرآن ف۱ حیض کہتے ہیں خون کو جو عورتوں کی عادت ہے اور خلاف عادت آوے سو آزار ہے حکم ہوا کہ اس وقت پرے رہو عورت سے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ ازار سے آگے نہ چلے۔ پھر جب پاک ہوں تو جاوے جہاں سے حکم دیا اللہ نے یعنی دوسری جگہ جو ناپاک ہے اس کا تو حکم کبھی نہیں۔ ف۲ یعنی جس راہ سے چاہو جاؤ لیکن کھیتی ہی میں کھیتی وہی جہاں تخم ڈالئے تو اُگے اور آگے کی تدبیر کرو یعنی اس صحبت میں نیت چاہئے اولاد کی تا ثواب ہو۔ ف۳ یعنی خدا کی قسم اچھے کام چھوڑنے پر نہ کھائے مثلاً ماں باپ سے نہ بولونگا یا اس فقیر کو نہ دونگا اور اگر کھا بیٹھے تو قسم توڑے اور کفارہ دیوے ف۴ تاکاری قسم وہ جو منہ سے نکلے اور دل کو خبر نہ ہو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی غسل بجا آرند ۱۲ ف۲ یعنی بہر صفت کہ جماع کنید شاید غلط اندہ از پس پشت وغیر آں بعد از آنکہ در قبل باشد ۱۲ ف۳ یعنی اعمال صالحہ ۱۲ ف۴ یعنی سوگند برائے موقوف کردن کار نیک جائز نیست ۱۲

ملایا جائے تو احتیاط نہیں رہتی۔ **نکتہ**:۔ اگر یتامیٰ کے پاس اپنا مال موجود ہو تو ان پر اپنا مال خرچ کرنا ضروری نہیں البتہ ان کے مال کی اصلاح اور حفاظت ضروری ہے لیکن مشرکین کے مقابلہ میں شرک مٹانے کے لئے جہاد میں سب مال خرچ کرنا نہایت ضروری ہے۔ **۴۳۱** چوتھا مسئلہ۔ یہاں ایک طرف تو حسن و جمال اور دنیوی مال و دولت ہے اور دوسری طرف مشرک یا مشرکہ کی رفاقت سے اپنے دین کی بربادی کا خطرہ ہے۔ دوسری جہت کو ترجیح دے کر مشرک مرد سے مومنہ کا اور مشرک عورت سے مومن مرد کا نکاح حرام قرار دیدیا۔ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ حسن جمال اور دنیوی مال دین اور ایمان کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں اس لئے ایماندار لونڈی جو ظاہری حسن اور دنیوی مال سے محروم ہو اس آزاد عورت سے بہتر ہے جو حسینہ و جمیلہ ہونے کے ساتھ دولتمند بھی ہو مگر مشرکہ ہو حسن اور دنیوی مال کو شرک کے مقابلہ میں ٹھکرا دو اور مشرکین سے رشتہ نکاح مت جوڑو۔ **۴۳۲** جس طرح مومن مرد کا نکاح مشرک عورت سے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مومن عورت کا نکاح مشرک مرد سے جائز نہیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں "اگر مرد یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت غیر میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم غیر پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر۔" **۴۳۳** مشرک مرد اور مشرک عورتیں باہمی میل جول اور رہن سہن کے ذریعے شرک اور کفر کی طرف بلاتے ہیں۔ جس کا انجام جہنم کا عذاب ہے۔ ای الی الاعمال الموجبة للنار (قرطبی ص۷۲ ج ۳) اس لئے ان کے ساتھ رشتہ ناطہ مت کرو۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صحبت و رفاقت اور ان کے میل جول کے ذریعے اعتقاد حق اور عمل صالح کی دعوت دیتا ہے جن کا ثمرہ اور نتیجہ اللہ کی بخشش اور جنت ہے۔ ای الی اعتقاد الحق والعمل الصالح الموصلین الیہما (روح ص۱۳۰ ج ۲) بِاِذْنِهٖ۔ ای بتوفیقه الذی من جملته ارشاد المؤمنین لمقاربیهم الی الخیر (روح ص۱۳۰ ج ۲) یہ محض اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے کہ وہ ایمان والوں کے ذریعے ان کے متعلقین کو سیدھی راہ دکھا دیتا ہے اس لئے مسلمانوں کو رشتہ ناطہ کرتے وقت ہمیشہ ایمان اور عمل صالح کو معیار قرار دینا چاہیئے نہ کہ ظاہری شان و شوکت اور مال و دولت کو۔ **۴۳۴** پانچواں مسئلہ۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ حیض والی عورت اپنی منکوحہ ہے تو اس سے صحبت جائز ہے لیکن اگر حالت حیض کو مدنظر رکھا جائے تو صحبت جائز نہیں کیونکہ عورت کا بدن ناپاک ہے نیز فریقین کے بیمار ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے اس لئے ترجیح اس شق کو دے کر اس حالت میں صحبت کو حرام قرار دیدیا گیا جس کی وجہ سے وطی کی حرمت عارضی ہے اور حیض سے طہارت کے بعد وطی جائز ہے۔ استلذاذ کو اذی کے مقابلہ میں ترک کر دو۔ اگر یہ اذی بدنی ہو تو چند روز بیوی سے مقاربت نہ کرو لیکن اگر بیوی مشرکہ ہو تو اسے سرے سے چھوڑ ہی دو۔ **۴۳۵** قُلْ هُوَ اَذًى۔ یعنی حیض کی حالت میں وطی عورت کے لئے باعث تکلیف ہونے کے ساتھ ساتھ مرد کے لئے بھی بدبو اور نجاست کی وجہ سے موجب تکلیف ہے۔ ای هو شیء تتأذی به المرأة وغیرها ای برائحة دم الحیض (قرطبی ص۸۵ ج ۳) فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ مقصد یہ ہے کہ زمانہ حیض میں بیوی کی مجامعت سے پرہیز کیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ حالت حیض میں عورتوں سے بالکل ہی علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے بھی پرہیز کیا جائے۔ والمراد من اعتزال النساء اجتناب مجامعتهن (روح ص۱۲۱ ج ۲) والمراد من هذا الاعتزال ترك المجامعة لا ترك المجالسة او الملابسة فان ذلك جائز (فتح البیان ص۲۸۵ ج ۱)

خلاصہ:۔ دوسروں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور ان کی خاطر اپنے مالی اور بدنی منافع قربان کر دو لیکن جہاد میں مشرک کو بے خوف مار ڈالو۔ انفاق میں اگرچہ دنیاوی نقصان ہے لیکن اخروی نفع کی وجہ سے ضرورت سے زائد مال خرچ کرو لیکن شرک کے مقابلہ میں تمام مال خرچ کر ڈالو۔ دفع شرک کے موقع کے بغیر بھی یتیم کا مال اس کے سپرد کرنا ضروری نہیں البتہ ان کے مال کی اصلاح ضروری ہے خواہ علیحدہ رکھو یا اپنے ساتھ ملاؤ لیکن مشرکہ بیوی سے مخالطت اور میل جول حرام ہے اور اگر مشرکہ نہیں تو بوجہ حیض چند روز اس سے قربان نہ کرو۔

۴۳۶ یہ حکم سابق کی تاکید ہے۔ نصاریٰ حالت حیض میں عورتوں سے جماع بھی کر لیا کرتے تھے اور یہودی اس حالت میں بالکل ہی عورتوں سے قطع تعلق کر لیتے۔ یہاں تک کہ ان کا کھانا پینا بھی الگ کر لیتے۔ مگر اسلام نے اس افراط و تفریط کے درمیان ایک عمدہ راہ بتائی کہ اس حالت میں جماع سے پرہیز کرو مگر اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں ان کے ساتھ ہی رہو سہو۔ اور جماع سے ممانعت صرف اس وقت تک ہے کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں اور انہیں حیض کا آنا بند ہو جائے۔ **۴۳۷** تَطَهَّرْنَ باب تفعّل سے ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے یہاں اس سے طہارت بالماء یعنی غسل مراد ہے۔ فاذا تطهرن یعنی بالماء (قرطبی ص۸۹ ج ۳) یہاں ایک شبہ کیا جا سکتا ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے عدم قربان کی غایت مطلق طُہر بیان فرمائی ہے یعنی جماع کی ممانعت صرف حیض سے پاک ہونے تک ہے۔ جب حیض آنا بند ہو جائے تو جماع جائز ہے مگر فاذا تطهرن جو اپنے ماقبل پر متفرع ہے۔ یہاں جواز جماع تطہّر بالماء یعنی غسل پر موقوف کیا ہے یعنی جب وہ غسل کر لیں تو ان سے جماع کی اجازت ہے تو آیت کے پہلے حصہ سے معلوم ہوا کہ صرف انقطاع حیض سے وطی جائز ہو جاتی ہے مگر آیت کا دوسرا حصہ اس امر کا مقتضی ہے کہ غسل کے بعد وطی جائز ہے۔ دونوں حصوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حیض منقطع ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حیض پورے دس دن جاری رہنے کے بعد بند ہو۔ دس دن چونکہ حیض کی اکثر مدت ہے۔ اس لئے اس کے بعد حیض آنے کا کوئی امکان نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حیض دس دن سے کم مدت جاری رہنے کے بعد بند ہو۔ دونوں صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ پہلی صورت میں خون حیض بند ہو جانے کے بعد غسل سے پہلے بھی وطی جائز ہے لیکن دوسری صورت میں غسل سے پہلے جماع جائز نہیں۔ تو اس آیت میں دونوں صورتوں کے احکام بیان کر دیئے گئے ہیں اور آیت میں صنعت احتباک ہے یعنی ایک لفظ آیت کے پہلے حصے سے محذوف ہے اور ایک دوسرے حصہ سے جو لفظ پہلے حصے میں مذکور ہے وہ دوسرے حصہ میں لفظ محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ اور جو دوسرے حصہ میں مذکور ہے وہ پہلے حصہ میں لفظ محذوف پر دلالت کرتا ہے اور اصل عبارت یوں تھی ولا تقربوهن حتّٰی یطهرن ویطّهّرن فاذا طهرن وتطهرن فأتوهن تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ عورتوں سے جماع مت کرو یہاں تک کہ وہ خون حیض سے پاک ہو جائیں اور انہیں خون آنا بند ہو جائے (یہ پہلی صورت کا حکم ہے) اور یہاں تک کہ وہ غسل کر لیں (یہ دوسری صورت کا حکم ہے) پس جب وہ خون حیض سے پاک ہو جائیں (یہ حتّٰی یطهرن پر متفرع ہے) اور غسل کر لیں۔ (یہ یطّهّرن بالتشدید پر متفرع ہے) تو تمہیں ان سے جماع کی اجازت ہے۔ یہ تقریر حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جو انہوں نے درس بخاری میں بیان فرمائی تھی۔ فأتوهن جماع سے کنایہ ہے اور من حیث امرکم اللہ میں مقام وطی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی طہارت کے بعد جس مقام میں وطی کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے اس مقام میں تم وطی کر سکتے ہو اور اس سے مراد عورت کا قُبل ہے۔ کیونکہ وطی کا فطری اور طبعی مقام یہی ہے اور اس کے فطری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ چوپائے جن کی رہنمائی صرف فطرت ہی کرتی ہے، وہ اپنی جنس کے اسی مقام میں فعل جماع کرتے ہیں۔

۴۳۸ توابین سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے مذکورہ بالا احکام کی تعمیل میں کوتاہی ہو جائے اور وہ فوراً اس سے سچی توبہ کر لیں مما عسی یند رمنھم من ارتکاب بعض الذنوب کالاتیان فی الحیض (روح ص۱۲۳ ج ۲) اور متطہرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو حالت حیض اور غیر فطری مقام میں بیوی کی وطی سے پرہیز کرتے ہیں۔ المراد لا یاتیھا فی زمان الحیض وان لا یاتیھا فی غیر المأتی الخ (کبیر ص۲۵ ج ۲) ۴۳۹ حرث مصدر ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای مواضع حرث لکم (روح ص۱۲۳ ج ۲) یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی اور زراعت کی جگہیں ہیں۔ عورتوں کو کھیتوں سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ جس طرح کھیتوں میں بیج ڈالنے سے اس میں مختلف قسم کے پھل میوے اور غلے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورت کے رحم میں تخم ریزی کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ بیوی سے اگرچہ اور بھی کئی منافع حاصل کئے جاتے ہیں لیکن نکاح کا اصل مقصد نسل کشی اور توالد و تناسل ہے۔ جو لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے لئے بچوں کی پیدائش روکنے کے درپے ہیں وہ شادی کی اصل غرض و غایت ہی سے نابلد ہیں۔ شاید انہوں نے شادی کی غرض و غایت صرف جنسی تسکین ہی سمجھ رکھی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس معاملہ میں انسان اور دیگر حیوانات میں کوئی حد امتیاز باقی نہیں رہیگی۔ ۴۴۰ انّی یہاں کَیْفَ کے معنوں میں ہے یعنی تم اپنی کھیتی میں جاؤ جس طرف سے چاہو۔ یہودیوں میں مشہور تھا کہ اگر بیوی سے پشت کی طرف سے جماع کیا جائے تو اس طرح حمل قرار پا جانے کی صورت میں جو بچہ پیدا ہو گا۔ وہ بھینگا ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ جس کیفیت اور جس ہیئت سے تم چاہو اپنی بیویوں سے جماع کر سکتے ہو لیکن یہ خیال رہے کہ جماع ہو مقام حرث ہی میں اس سے تجاوز کر کے مقام فرث (پاخانہ کی راہ) کی طرف مت بڑھنا یہاں بھی فاتوھن کی بجائے فاتوا حرثکم سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صرف اسی مقام میں وطی جائز ہے جو کھیتی اور نسل کشی کی جگہ ہے۔ اس سے عورتوں سے غیر فطری فعل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے غیر فطری فعل کیا اس نے مجھ پر نازل کئے گئے اللہ کے احکام کی تکذیب کی۔ تو اللہ کا جو حکم اس بارے میں آپ پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صرف مقام حرث میں وطی کی اجازت دی ہے۔ ۴۴۱ یعنی اپنے لئے کوئی عمل صالح آگے بھیجدو۔ اس سے جماع کے وقت اللہ کا نام لینا اور شیطان سے پناہ مانگنا مراد ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھ کر بیوی سے صحبت میں مشغول ہوگا تو اگر اس صحبت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا کیا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (روح ص۱۲۵ ج ۲) وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کرتے رہو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ۔ اور یہ حقیقت ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ ایک نہ ایک دن ضرور اس کے سامنے جزا و سزا کے لئے حاضر ہونا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تاکہ یہ چیز خوف خدا پیدا کرنے میں ممد اور معاون ہو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ جن مومنوں نے مذکورہ بالا احکام کو قبول کر لیا اور ان کی تعمیل کی انہیں بے حد و بے اندازہ انعام و اکرام کی خوشخبری دے دیجئے۔ ۴۴۲ ربط:۔ پانچ زوجین مسائل کے بعد امور انتظامیہ کا دوبارہ ذکر۔ جب بیویاں حیض سے پاک ہو جائیں تو ان سے مخالطت کرو۔ اگر تم ان سے صحبت نہ کرنے کی قسم بھی کھا چکے ہو تو اسے توڑ ڈالو۔ اور قسم توڑنے کا کفارہ دیدو۔ زمانہ جاہلیت میں ایک یہ رسم بھی تھی کہ لوگ نیک کاموں پر خدا کی قسم کھا لیتے تھے مثلاً فلاں رشتہ دار سے نیک سلوک نہیں کرینگے۔ فلاں دو آدمیوں کے درمیان صلح نہیں کرائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ اور پھر ان قسموں کی پابندی کرتے۔ اور اس طرح خدا کے نام کو نیک کام کے نہ کرنے کا بہانہ بنا لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے بہت سے امور انتظامیہ میں تعطل پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ عُرْضَةً کے معنی ہدف اور نشانہ کے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے معنی حاجز اور مانع کے بھی ہیں اور یہاں یہی معنی زیادہ چسپاں ہیں۔ العرضة عبارة عن المانع (کبیر ص۳۵۶ ج ۱) لِّاَيْمَانِكُمْ کا لام تعلیل کیلئے ہے۔ ۴۴۳ اَنْ مصدریہ ہے اور اس سے پہلے حرف جار مِنْ مقدر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نام کو اپنی قسموں کی وجہ سے نیکی اور تقویٰ کے کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے مانع نہ بناؤ۔ تقدیر الآیة ولا تجعلوا ذکر اللہ مانعاً بسبب ایمانکم من ان تبروا الخ (کبیر ص۳۵۶ ج ۲) حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایمان سے ما علیہ الایمان مراد ہے یعنی وہ امور جن پر قسم کھائی جائے بمطلب یہ کہ اللہ کے نام کو نیکی اور تقویٰ اور اصلاح بین الناس سے روکنے کا ذریعہ نہ بناؤ اور اگر کہیں ایسی قسم کھا بیٹھو تو اسے فوراً توڑ ڈالو۔ ۴۴۴ اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال و اعمال کو بخوبی سنتا اور جانتا ہے اس لئے ہر بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالو۔ اور ہر کام خدا کی رضا کیلئے کرو۔ اس آیت میں یمین منعقدہ کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ نیکی کے کاموں پر قسمیں مت کھایا کرو اور قسموں کے بہانے نیکی کے کام مت چھوڑو۔ آگے یمین لغو اور یمین غموس کا ذکر ہے۔ ۴۴۵ یہ یمین لغو کا حکم ہے۔ کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ نہ دنیا میں کفارہ ہے نہ آخرت میں سزا امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک لغو کی صورت یہ ہے کہ کسی نہ کسی گذشتہ واقعہ کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کے متعلق قسم کھائی کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں تھا۔ فعندنا ھو ان یحلف علی شئ یظنه علی ما حلف علیه ثم یظھر خلافه فانه لا قصد فیه الی الکذب (ابو السعود ص۲۵۵ ج ۳) مثلاً زید کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ خالد لاہور چلا گیا ہے اور اس نے کسی کو بتاتے وقت اس پر قسم کھالی کہ خالد لاہور چلا گیا ہے حالانکہ یہ خبر غلط تھی مگر زید نے اس خبر کو صحیح سمجھ کر قسم کھائی تو یہ یمین لغو ہوگی اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ حضرت ابن عباس، حسن، مجاہد، نخعی، زہری، قتادہ، سلیمان بن یسار وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ وقول ابی حنیفة ھو قول ابن عباس والحسن والمجاھد والنخعی والزھری وسلیمان بن یسار وقتادة والسدی ومکحول (کبیر ص۳۵۶ ج ۲) وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ یہ یمین غموس کا حکم ہے۔ اور یمین غموس یہ ہے کہ عمداً اور قصداً کسی گذشتہ واقعہ کے متعلق جھوٹی قسم کھائی جائے یعنی یمین لغو پر تو کوئی مواخذہ نہیں البتہ دل کے ارادہ اور قصد سے تم جو جھوٹی قسمیں کھاؤ گے ان پر مواخذہ ہوگا۔ اور یہ مواخذہ اخروی عذاب کی صورت میں ہوگا۔ دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ وہ بخشنے والا ہے۔ چنانچہ غیر ارادی اور لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا۔ اور بُردبار ہے۔ ارادۃً جھوٹی قسموں پر فوراً مواخذہ نہیں کرتا بلکہ بندوں کو توبہ کرنے اور گناہوں پر نادم ہونے کا موقع دیتا ہے۔ ۴۴۶ ربط۔ قسم کی جاہلی رسموں میں سے ایک ایلاء کا غلط استعمال تھا۔ اس لئے یمین کے بعد جاہلی ایلاء کی اصلاح فرمائی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو جاتا اور اس کو ناپسند کرتا تو وہ اس سے ایلاء کر لیتا یعنی قسم کھا لیتا کہ میں اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کروں گا۔ اور ایلاء کی ان کے رواج میں کوئی مدت مقرر نہیں تھی۔ اس لئے ایک طرف تو خاوند ایلاء کی وجہ سے ساری عمر اپنی بیوی سے تعلقات زوجیت منقطع رکھتا دوسری طرف وہ عورت اس کی زوجیت سے خارج بھی نہ ہوتی تاکہ وہ دوسرے آدمی سے نکاح کر لے۔ اس طرح وہ بیچاری ساری عمر معلق رہتی تھی اور تکلیف اٹھاتی تھی۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنے کیلئے جاہلیت کے ایلاء میں اصلاح کی اور اس کے لئے چار ماہ مدت مقرر کردی تاکہ خاوند ایلاء کے بعد اس عرصہ میں اپنی بیوی کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرے اگر سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچے کہ اسے اپنی بیوی سے صلح کر لینی چاہیئے اور دوبارہ اس سے تعلقات زوجیت استوار کر لینے چاہئیں تو اسے چاہیئے کہ وہ ایلاء کے دن سے چار ماہ کے اندر اندر اس سے ہمبستری کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور اگر اس عرصہ میں اس نے یہی طے کیا ہے کہ وہ دوبارہ اپنی اس بیوی سے تعلقات برقرار رکھنا نہیں چاہتا تو وہ چار ماہ تک اس کے قریب نہ جائے اور اس سے صحبت نہ کرے۔ چار ماہ کا عرصہ گزرنے پر خود بخود عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی جس کی عدت گذارنے کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کر لے۔ یؤلون

اِیۡلَاءٌ سے ہے۔ جس کے لغوی معنی مطلق قسم کھا لینے کے ہیں مگر اصطلاح شرع میں بیوی سے ترک صحبت پر قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔ اما فی عرف الشرع فھو یمین علی ترک الوطئ (کبیر صفحہ ۳۵۹ ج ۲) ایلاء کے مختلف الفاظ ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ یہ جملہ خبر مقدم ہے۔ تربص اربعۃ اشھر ج۔ تربص کے معنی انتظار اور توقف کے ہیں اور یہ جملہ مبتدا مؤخر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کر لیتے ہیں (یعنی ان سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں) ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے تاکہ وہ اس معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر کر لیں۔ فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ فَآءُوۡ کے معنی رَجَعُوۡا کے ہیں یعنی حلف اٹھانے کے بعد اگر وہ چار ماہ کے اندر اندر ترک جماع سے رجوع کر لیں۔ اور عورت کو تکلیف دینے اور اسے چھوڑنے کے ارادے سے باز آ جائیں اور اپنی قسم توڑ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ قسم توڑنے اور عورت کو بلاوجہ تکلیف پہنچانے کا گناہ معاف کر دیگا اور آئندہ کے لئے اصلاح احوال کے ارادے کی تکمیل میں اپنی رحمت اور

یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِہِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَۃِ اَشۡہُرٍ ۚ

قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لئے مہلت ہے چار مہینے کی ۴۴۶

فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَ اِنۡ عَزَمُوا

پھر اگر باہم مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھہرا لیا

الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَ الۡمُطَلَّقٰتُ

چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۴۴۷ ف۱ اور طلاق والی عورتیں

یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوۡٓءٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ

انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک ۴۴۸ اور ان کو حلال

لَہُنَّ اَنۡ یَّکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِیۡۤ اَرۡحَامِہِنَّ

نہیں کہ چھپا رکھیں ۴۴۹ جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں

اِنۡ کُنَّ یُؤۡمِنَّ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوۡلَتُہُنَّ

اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر ۴۵۰ اور ان کے خاوند

اَحَقُّ بِرَدِّہِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ اِنۡ اَرَادُوۡۤا اِصۡلَاحًا ؕ

حق رکھتے ہیں ان کے لوٹا لینے کا اس مدت میں ۴۵۱ اگر چاہیں سلوک سے رہنا

وَ لَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۪ وَ

اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق ۴۵۲ ف۲

لِلرِّجَالِ عَلَیۡہِنَّ دَرَجَۃٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع

اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا ف۳

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ

طلاق رجعی ہے دو بار تک ۴۵۳ اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا

بِاِحۡسَانٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ

بھلی طرح سے اور تم کو روا نہیں کہ لے لو کچھ

ع ۲۸ / ۱۲

مہربانی سے مدد دیگا۔ اور اگر عورت کو چھوڑنے ہی کا ارادہ ہو تو اس کا حکم اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ ۴۴۷ اور اگر وہ اپنی بیویوں کو چھوڑنے اور انہیں طلاق دینے ہی کا عزم کر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو خوب سنتا اور ان کی نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مدت ایلاء کے بعد تفریق قاضی کی ضرورت ہے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تفریق قاضی کی ضرورت نہیں بلکہ چار ماہ گذرنے پر خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔ کما ھو منقول عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وزید بن ارقم وابن مسعود رضی اللہ عنہم رواہ الامام محمد بن الحسن رحمہ اللہ فی المؤطا صفحہ ۲۶۳ آگے چار امور انتظامیہ کا ذکر فرمایا ہے۔ (۱) طلاق (۲) عدت (۳) رضاعت اور (۴) نکاح۔ ایلاء کے ذکر میں چونکہ طلاق کا ذکر آ گیا تھا۔ اس لئے اس مناسبت سے پہلے طلاق کے اور عدت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ۴۴۸ عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) صغیرہ جو ابھی تک بالغ نہ ہوئی ہو۔ (۲) جو عمر سے بالغ ہوئی ہو اور ابھی تک حیض نہ آیا ہو۔ (۳) بڑھاپے کی وجہ سے جس کو حیض آنا بند ہو چکا ہو۔ ان کو اگر طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ اس کا بیان سورہ طلاق پارہ ۲۸ میں ہے۔ (۴) حاملہ عورت اگر اسے طلاق مل جائے یا اس کا خاوند مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کا بیان بھی سورۂ طلاق میں ہے۔ (۵) وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ اس کا بیان سورۂ بقرع ۳۰ میں ہے۔ (۶) وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ صغیرہ اور نہ آئسہ اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اس کی عدت کا ذکر ہے۔ (۷) وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں۔ اس کا حکم سورۂ احزاب ع ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔ قروء، قرءٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ حیض اور طہر دونوں معنوں میں مشترک ہے مگر یہاں اس سے مراد حیض ہے کیونکہ اس آیت میں ثلٰثۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے خاص ہے اور کتاب اللہ کے خاص پر عمل فرض ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس آیت میں قرءٌ سے مراد طہر لیا جائے تو خاص پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ طلاق بحال طہر میں دی جائے گی۔ حالتِ حیض میں طلاق دینی جائز نہیں۔ اب جس طہر میں طلاق دی گئی ہے۔ اگر اس کو شمار کیا جائے تو طلاق کے بعد تین طہر پورے نہیں ہوتے بلکہ دو پورے اور تیسرے کا کچھ حصہ

موضح قرآن ف۱ یعنی جس نے قسم کھائی کہ اپنی عورت پاس نہ جاوے تو چار مہینے میں جاوے اور قسم کی کفارت دے نہیں تو طلاق ٹھہرے۔ ف۲ جب مرد نے عورت کو طلاق دی ابھی اس عورت کو اور نکاح روا نہیں جب تک تین بار حیض آوے یا حمل ہوئے تو معلوم ہو جاوے کسی کا بیٹا کسی کو نہ لگ جاوے اسی واسطے عورت پر فرض ہے کہ اس وقت حمل ہو تو ظاہر کر دے۔ اس مدت کا نام ہے عدت اس مدت تک مرد چاہے تو پھر عورت کو رکھ لے اگرچہ عورت کی خواہش نہ ہو۔ اسی واسطے فرمایا کہ عورتوں کے حق بھی مرد پر بہت ہیں۔ لیکن اس جگہ مرد ہی کو درجہ دیا۔

ف۱ یعنی زناں را بر مرداں حق است چنانچہ مرداں را بر زناں حق است ۱۲

اور اگر اس طہر کو نظر انداز کر دیا جائے تو عدت تین طہروں سے بڑھ جائے گی لیکن اگر قروٓء سے حیض مراد لیا جائے تو اس قسم کی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی اور طلاق والے طہر کے بعد والے پورے تین حیض عدت ہو گی ۴۴۹ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ما سے مراد حمل اور حیض ہے یعنی اگر معتدہ حاملہ ہو یا اسے حیض آجائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ حمل یا حیض کو چھپائے اور کسی پر ظاہر نہ کرے۔ قال ابن عمرؓ الحمل والحیض ای لا یحل لہا ان کانت حاملۃ ان تکتم حملہا ولا ان کانت حائضًا ان تکتم حیضہا الخ (روح ص۱۳۳ ج ۲) زمانۂ جاہلیت میں بعض طلاق یافتہ عورتیں زمانہ عدت میں بعض اغراض کے تحت ایسا کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ بعض حاملہ عورتیں جن کو طلاق مل جاتی وہ اپنا حمل ظاہر نہ کرتیں۔ کیونکہ اگر وہ حمل ظاہر کر دیتی ہیں تو بچہ پیدا ہونے تک کوئی ان سے نکاح نہیں کریگا۔ اور یہ بچہ پہلے خاوند کا قرار پائے گا اور دوسرا خاوند اس کی پرورش کے سلسلے میں مناسب توجہ اور شفقت سے کام نہیں لیگا۔ اس لئے وہ حمل کا کسی سے ذکر نہ کرتیں اور وضع حمل سے پہلے کہہ دیتیں

اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا

اپنا دیا ہوا عورتوں سے کچھ مگر جب خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم نہ

حُدُوْدَ اللّٰهِؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ

رکھ سکیں گے حکم اللہ کا ۴۵۲ ف۲ پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ تِلْكَ حُدُوْدُ

تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے ۴۵۳ ف۳ یہ اللہ کی باندھی ہوئی

اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَاۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے

فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۲۹) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

سو وہی لوگ ہیں ظالم ف۱ پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں

لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗؕ فَاِنْ

اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا ۴۵۶ ف۴ پھر اگر

طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ

طلاق دیدے دوسرا خاوند ۴۵۷ تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ

اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا

کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (۲۳۰) وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ

واسطے جاننے والوں کے ف۲ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں

اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

اپنی عدت تک ف۳ تو رکھ لو ان کو موافق دستور کے یا چھوڑ دو ان کو

بِمَعْرُوْفٍ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْاۚ

بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی کرو ۴۵۹

منزل ۱

ل یہ ظلم ہے اسے ان کی بچیاں ہیں تو خطاب ہے ۱۲

ف۲ دو طلاق کے بعد مرد کو رجوع کا حق ہے لیکن رجوع سے اگر مقصود عورت پر ظلم کرنا مقصود نہ ہو ۱۲ ف۳ عدت ختم ہونے کے قریب ہو جائیں ۱۲

کہ ہماری عدت گذر چکی ہے اور دوسرے خاوند سے نکاح کر لیتیں اس طرح وہ بچہ دوسرے خاوند کے نکاح میں پیدا ہوتا اور اسی سے ملحق ہو جاتا اور بعض معتدہ عورتیں جو حاملہ نہ ہوتیں وہ آخری حیض ختم ہونے سے پہلے ہی کہہ دیتیں کہ ان کا حیض بند ہو چکا ہے اور وہ پاک ہو چکی ہیں تاکہ خاوند کا حق رجعت باطل ہو جائے اور وہ رجوع نہ کر سکے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ناشائستہ حرکت سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں خاوند کی حق تلفی ہوتی ہے۔ جو کسی طرح جائز نہیں۔ پہلی صورت میں ایک شخص کا بیٹا دوسرے سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت میں خاوند کا حق رجعت باطل ہو جاتا ہے۔ ۴۵۰ اِنْ شرطیہ ہے مگر یہ شرط تعلیق کے لئے نہیں ہے یعنی مذکورہ بالا نہی ایمان کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ ایمان والی عورتوں کے لئے تو حمل اور حیض کو چھپانا جائز نہیں اور غیر مؤمنہ مثلاً کتابیہ کے لئے چھپانا جائز ہے۔ بلکہ یہ شرط محض وعید و تہدید کیلئے اور حرمت کتمان کی تاکید کیلئے ہے یعنی جو عورتیں خدا پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں ان کی یہ شان نہیں کہ وہ خدا کے احکام کی مخالفت کریں۔ ھٰذا وعید عظیم شدید لتاکید حرمۃ الکتمان (قرطبی ص۱۱۹ ج ۳) لیس المراد ان ذٰلک النھی مشروط بکونہا مؤمنۃ ...... ولا شك ان ھٰذا تھدید شدید علی النساء (کبیر ص۳۶۹ ج۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایمان کا کامل درجہ بیان کیا گیا ہے یعنی جن عورتوں کا ایمان کامل ہے وہ تو ما فی الارحام کو نہیں چھپائیں گی۔ اور اللہ کے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کریں گی ۴۵۱ بُعُوْلَۃٌ بَعْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی خاوند کے ہیں البعولۃ جمع البعل وھو الزوج (قرطبی ص۱۱۹ ج۳) رَدٌّ مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اور اس سے مطلقہ عورتوں کو نکاح اور زوجیت میں واپس لے آنا مراد ہے اور یہ صرف رجعی طلاق سے مخصوص ہے۔ احق بردھن الی النکاح والرجعۃ الیھن، وھٰذا اذا کان الطلاق رجعیًا للاٰیۃ بعدھا (روح ص۱۳۴ ج ۲) اور ذٰلک سے زمانۂ عدت کی طرف اشارہ ہے۔ ای فی زمان التربص (ابو السعود ص۲۶۹ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ طلاق رجعی کے بعد اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اگر عورت رضامند نہ ہو تو بھی خاوند کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ وصیغۃ التفضیل لافادۃ ان الرجل اذا اراد الرجعۃ والمرأۃ تاباھا وجب ایثار قولہ علی قولہا (ابو السعود

موضح قرآن ف۱ یعنی عدت تک مرد چاہے تو عورت کو پھیر رکھے۔ یہ بات پہلی طلاق میں ہے اور دوسری میں۔ بعد اس کے نہ پھر سکے گی تو موافق شرع اس کے حق ادا کر سکے تو رکھے کہ پھر قضیہ نہ ہو۔ اور نہ رکھ سکے تو رخصت کرے اس نیت سے نہ اٹکاوے کہ عاجز ہو کر جو مہر لے دیا تھا وہ پھیر جاوے یہ جب روا ہے کہ ناچاری ہو اور دونوں کی خو نہ ملے اور مرد کی طرف سے ادائے حق میں قصور نہ ہو۔ اس وقت سب لوگ مل کر عورت سے کچھ پھروا دیں اور مرد کو راضی کر کر طلاق دلوا دیں اس کو خلع کہتے ہیں۔ ف۲ یعنی تیسری طلاق کے بعد پھیر نہیں سکتے بلکہ دونوں کی خوشی ہو تو بھی نکاح نہیں بندھ سکتا جب تک بیچ میں اور خاوند کی صحبت نہ ہو چکے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حلال نیست کہ بدل طلاق از مہر بگیرید ۱۲ ف۲ یعنی در معاشرت ۱۲ ف۳ یعنی او دخول کند ۱۲ ف۴ یعنی نزدیک رسید ند بانقضاء عدت ۱۲

اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا یہاں بھی صحت رجعت کے لئے ارادۂ اصلاح کا اشتراط مراد نہیں بلکہ قصدِ اصلاح اور ارادۂ اصلاح کی ترغیب مقصود ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ رجعت سے خاوند کی نیت اصلاح احوال کی ہونی چاہئیے نہ کہ عورت کو تکلیف دینے اور ضرر پہنچانے کی۔ ولیس المراد به شرطیة قصد الاصلاح لصحة الرجعة بل هو الحث علیه والزجر عن قصد الضرار (ابو السعود ص۳۳۸ ج ۲) لیس المراد من التعلیق اشتراط جواز الرجعة بارادة الاصلاح ... بل المراد تحریضهم علی قصد الاصلاح (روح ص۱۳۳ ج ۲) آیت کے پچھلے حصہ میں عورت پر خاوند کی فوقیت اور برتری کی طرف اشارہ تھا۔ اب اگلے حصے میں صراحت کردی گئی کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی مردوں کے ذمے ہے تاکہ مرد اس بھول اور غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کے ذمہ عورتوں کا کوئی حق نہیں۔

۴۵۲ یعنی جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق کی یہ مماثلت کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ محض وجوب کے اعتبار سے ہے جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ والمراد بالمماثلة المماثلة فی الوجوب لا فی جنس الفعل (روح ص۱۳۴ ج ۲) بِالْمَعْرُوْفِ سے اس طرف اشارہ ہے کہ خاوند بیوی کے یہ حقوق شریعت اور عقل سلیم کے مطابق ہوں گے جو حقوق اپنی طرف سے گھڑ کر بنائے گئے، یا رسوم جاہلیت کی پیداوار ہوں ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ بالمعروف بالوجه الذی لا ینکر فی الشرع وعادات الناس (مدارک ص۹۰ ج ۱) وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ط البتہ مردوں کا حق عورتوں کی نسبت کچھ زائد ہے۔ اور انہیں عورتوں پر فضیلت ہے کیونکہ وہ گھر کے منتظم ہوتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اس لئے وہ جو چاہے حکم دے۔ کوئی اس کا مزاحم نہیں۔ نیز اس کے تمام احکام ضرور کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔

۴۵۳ یہاں الطلاق بمعنی مصدر یعنی التطلیق ہے وهو بمعنے التطلیق الذی هو فعل الرجل (روح ص۱۳۵ ج ۲) یعنی طلاق دینے کا فعل جس کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے اور نکاح کے بغیر عورت کو دوبارہ اپنی زوجیت میں رکھا جاسکتا ہے وہ دو بار طلاق ہے۔ بشرطیکہ طلاق لفظ صریح کے ساتھ ہو۔ نہ کہ کنایہ کے ساتھ اگر خاوند نے اپنی بیوی کو دو صریح طلاقیں دیدیں تو یہ رجعی ہونگی۔ اور ان کے بعد عدت کے اندر اندر وہ رجوع کرسکتا ہے اور اپنی بیوی کو بغیر نکاح دوبارہ اپنے گھر میں آباد کرسکتا ہے۔ اور اگر عدت گذر گئی تو اب بھی اسے واپس لاسکتا ہے مگر اب نکاح کی ضرورت ہوگی۔ زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی جو شخص جتنی چاہتا اپنی بیوی کو طلاقیں دیتا۔ اور پھر عدت گذرنے سے پہلے رجوع کرلیتا بعض لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا سد باب کیا۔ اور رجوع کرنے کی اجازت کو دو طلاقوں تک محدود فرمادیا۔ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ فاء فصیحہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے۔ یعنی دو طلاقیں دینے کے بعد خاوند کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو عدت کے اندر رجوع کرلے یا اس کی عدت گذر جانے دے تاکہ عدت گذر جانے سے خود بخود رشتۂ نکاح منقطع ہوجائے مگر رشتۂ نکاح منقطع کرنے سے نیت بخیر ہو یعنی باہمی نزاع و خلاف کو ختم کرنا مقصود ہو۔ عورت کی دل شکنی اور اس کو تکلیف دینا مقصود نہ ہو بعض لوگوں نے ایک روایت کی بنا پر اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ سے تیسری طلاق مراد لی ہے۔ یعنی دو طلاقوں کے بعد یا تو عدت کے اندر رجوع کرلے یا دوسرے طہر میں اسے تیسری طلاق دیدے تاکہ وہ بائن ہوجائے تو اس صورت میں فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ الآیہ اس کا بیان ہوگا اور علیحدہ طلاق نہیں ہوگی مگر پہلا معنیٰ راجح ہے۔ اور حضرت ابن مسعود، ابن عباس مجاہد، عروہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے (ابن جریر ص۲۵۹ ج ۲) اور جس روایت کی بنا پر تسریح باحسان سے تیسری طلاق مراد لی گئی ہے اس کے متعلق علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ وہ ثابت نہیں۔ وذکر الکیا الطبری هذا الخبر وقال انه غیر ثابت من جهة النقل (قرطبی ج ۳ ص۱۲۸) لیکن الطلاق مرّتٰن عام ہے اس سے کہ یہ دونوں طلاقیں بلا بدل ہوں یا ان میں سے ایک بطور خلع ہو لہٰذا طلاق بصورت خلع جو اس کے بعد مذکور ہے وہ تیسری طلاق نہیں بلکہ ان دو ہی میں شامل ہے لہٰذا فان طلقها سے تیسری طلاق کا ذکر ہے۔

۴۵۴ زمانۂ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جو کچھ اسے دیا ہوا ہوتا وہ بھی اس سے چھین لیتا تو اللہ تعالیٰ نے اس بد سلوکی سے منع فرمایا کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دے چکے ہو طلاق کے بعد اس میں سے کچھ بھی مت واپس لو۔ البتہ ایک صورت میں طلاق کے عوض کچھ مال لینے کی اجازت دیدی اور وہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہوجائیں کہ ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور عورت کی طرف سے شرعی حدود کے مطابق حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے اور طلاق ناگزیر ہوجائے تو اس صورت میں جائز ہے کہ عورت کچھ دیکر خاوند سے طلاق حاصل کرلے۔ طلاق کی اس صورت کو شریعت کی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں۔

۴۵۵ یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ خلع کی صورت میں عورت کے لئے خاوند کو مال دینا اور خاوند کو اس کا لینا ہر دو جائز ہیں۔ اور خلع حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے۔ حضرت عثمان، علی، ابن مسعود، ثوری، اوزاعی اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی منقول ہے۔ روی عن عثمان وعلی وابن مسعود وجماعة من التابعین هو طلاق وبه قال مالك والثوری والاوزاعی وابوحنیفة واصحابه والشافعی فی احد قولیه (قرطبی ص۱۴۳ ج ۳) لیکن شوافع کے نزدیک خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک ولا یحل سے فیما افتدت به تک جملہ معترضہ ہے بیان خلع کے لئے اور فان طلقها سے تیسری طلاق مراد ہے۔ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا یعنی احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو۔ جو لوگ اللہ کی حدود توڑتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

۴۵۶ اس کا تعلق الطلاق مرّتٰن سے ہے اور اس میں تین طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ دو طلاقوں کے بعد تو اگر رجعی ہوں، خاوند رجوع کرسکتا ہے اور اگر ایک بصورت خلع ہو تو دوبارہ نکاح کرسکتا ہے لیکن اگر اس نے عدت کے اندر تیسری طلاق بھی دیدی تو اب وہ اس سے نہ رجوع کرسکتا ہے اور نہ نکاح ہی کرسکتا ہے۔ البتہ ایک طریقہ ہے جس سے وہ عورت دوبارہ اس کے نکاح میں آسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ عورت انقضاء عدت کے بعد کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ آدمی اس سے صحبت کے بعد اسے طلاق دیدے اور اس کی عدت گذر جائے تو پہلا خاوند اس سے نکاح کرسکتا ہے مذکورہ آیت میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی اجازت سے نکاح منعقد ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں فعل نکاح کو عورت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۴۵۷ یہ ماقبل کی تفصیل ہے اور طَلَّقَ کا فاعل دوسرا خاوند ہے یعنی اگر دوسرا خاوند بھی اس کو طلاق دیدے تو یہ عورت اور اس کا پہلا خاوند اگر یہ سمجھتے ہوں کہ اب وہ شرعی حدود کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق ادا کرسکیں گے تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ دوبارہ نکاح کرکے تعلقات زوجیت استوار کرلیں۔ مگر اس مطلقہ کے پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے جواز کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ (۱) پہلے خاوند کی عدت پوری کریں (۲) عدت کے بعد دوسرے خاوند سے شرعی عقد کرے۔ (۳) دوسرا خاوند اس سے وطی کرے (۴) وطی کے بعد دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے (۵) دوسرے خاوند کی طلاق کی عدت پوری کرے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی

تو پہلے شوہر سے اس کا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ مذہب جمہور المجتہدین ان المطلقة بالثلاث لاتحل لذلك الزوج الا بخمس شرائط تعتد منه وتعقد للثانی ويطأها ثم يطلقها ثم تعتد منه (کبیر ص۳۷۹ ج ۲) وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ حدود اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین ہیں اللہ تعالیٰ علم و بصیرت رکھنے والوں کے لئے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر ان پر عمل کریں اور ان کی پابندی کریں۔ ۴۵۸ اَجَلَهُنَّ میں اجل سے مراد عدت ہے اور بلوغ اجل سے عدت کا قریب الاختتام ہونا مراد ہے بقرینۂ فامسکوھن بمعروف الخ کیونکہ رجعت تو عدت کے اندر ہی ہو سکتی ہے۔ اختتام عدت کے بعد نہیں ہو سکتی المراد مقاربته دون انقضائه (احکام القرآن جصاص) طلاق رجعی کے بعد خاوند کو دو اختیار دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو عدت کے اندر رجوع کر کے مطلقہ بیوی کو پھر اپنے گھر میں آباد کرلے۔ یا عدت میں رجوع نہ کرے اور اسے چھوڑ دے

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ

اور جو ایسا کرے گا وہ بیشک بڑا ہی نقصان کریگا ۴۶۰ اور

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا

مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری تم پر

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا

کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا

رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور جب

ع ۲۹ / ۱۳

طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

کہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے ۴۶۱ جبکہ راضی ہو جاویں آپس میں ف۱

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

موافق دستور کے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ تم میں سے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس میں تمہارے لئے بڑی ستھرائی ہے

وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۱

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے

منزل ۱

اپنی عدت ختم کرلیں ۱۲

مسئلہ رضاع یعنی بچوں کو دودھ پلانے کا بیان ۱۲

مگر اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ عورت کو کسی صورت میں تنگ کیا جائے۔ اگر دوبارہ اس سے زوجیت کے تعلقات استوار کئے جائیں تو اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لا کر تنگ کرنا مقصود نہ ہو۔ اسی طرح اگر اسے چھوڑ دینے ہی کا فیصلہ کیا جائے تو بھی شرعی حدود کی پابندی سے باہمی نزاعات کو ختم کرنے کے لئے کیا جائے نہ کہ عورت کو ذلیل کرنے اور اس کی دلشکنی کے لئے اور ممکن ہے کہ تسریح بمعروف سے مطلقہ کو ثیاب متعہ دینے کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس آیت کا مفہوم بعینہ وہی ہے جو الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان میں مذکور ہو چکا ہے۔ پھر اس کا اعادہ کیوں کیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو عام حکم دیا کہ رجعی طلاق کے بعد عدت کے دوران اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلو اور یہاں یہ فرمایا کہ عدت کے زمانہ میں جو تم نے مطلقہ کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ اختتام عدت کے قریب اس پر ایک دفعہ پھر غور و فکر کرلو ممکن ہے کہ پہلے فیصلہ کی نسبت اب تم زیادہ بہتر اور زیادہ مفید فیصلہ کر سکو۔ هذا تفصيل ما اشار اليه الشيخ رحمه الله تعالیٰ ۴۵۹ یہ حکم ماقبل کی تاکید اور توضیح ہے زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی بیویوں کو تنگ کرنے کیلئے انہیں طلاق دے دیتے۔ جب ان کی عدت قریب الاختتام ہوتی تو رجوع کر لیتے پھر کچھ عرصہ بعد طلاق دیدیتے اور رجوع کر لیتے یہ سلسلہ جاری رکھتے تاکہ وہ بیچاری نہ اس کے پاس آرام اور سکون کی زندگی گذار سکے اور نہ ہی کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ اگر مطلقہ رجعیہ کو واپس لانا چاہو تو حسن معاشرت کی نیت سے واپس لاؤ تنگ کرنے اور اسے تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایسا نہ کرو۔ روی مالك عن ثور بن زيد الديلي ان الرجل كان يطلق امرأته ثم يراجعها ولا حاجة له بها ولا يريد امساكها كيما يطول بذلك العدة وليضارها فانزل الله تعالى وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا الاٰية (قرطبی ص۱۵۶ ج ۳) نقله ابن کثیر ص۲۸۱ ج ۱ عن ابن عباس ومجاهد ومسروق والحسن وقتادة والضحاك والربيع ومقاتل بن حیان وغیر واحد۔ ۴۶۰ حقوق زوجیت میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے یہ ایک وعید شدید ہے یعنی جو بیوی کو محض تنگ کرنے کی غرض سے اپنے پاس روکے گا وہ ظالم ہے اور اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ اس بدسلوکی کی دنیا یا آخرت یا دونوں میں سخت سزا پائے گا۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور اللہ کی آیتوں کو ہنسی کھیل یا مذاق نہ سمجھو کہ جس پر جی چاہا عمل کرلیا اور جسے چاہا ٹھکرا دیا۔ بلکہ ان پر جی لگا کر عمل کرو۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ نعمت سے دین اسلام اور آئین معاشرت کا تفصیلی بیان مراد ہے۔ ای بالاسلام وبیان الاحکام (قرطبی ج۳ ص۱۵۶) وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ ما انزل، نعمت اللہ پر معطوف ہے۔ کتاب و حکمت سے مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ اس

موضح قرآن ف۱ یہ حکم ہے عورت کے ولیوں کو کہ اس کے نکاح میں اسی کی خوشی رکھیں جہاں وہ راضی ہو وہاں کردیں اگرچہ اپنی نظر میں اور جگہ بہتر معلوم ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی باشوہران دیگر کہ بایشاں رغبت پیدا کردند ۱۲

ہیں یہ دونوں وصف موجود ہیں۔ یا کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے والمراد بھما القرآن الجامع للعنوانین او القرآن والسنۃ (روح ۱۴۴ ج ۲) والحکمۃ ھی السنۃ المبنیۃ علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد اللہ فیما لم ینص علیہ فی الکتاب (قرطبی ۱۵۷ ج ۳) یَعِظُكُم بِهٖ، انزل کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی کتاب و سنت میں جو احکام تمہاری نصیحت کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ ان کو ہر وقت پیش نظر رکھا کرو۔ اور ان کے مطابق عمل کیا کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ اور اس کے احکام کی مخالفت سے باز آجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمام احکام کی حکمتیں جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کا نافرمان ہے۔ فلا یخفی علیہ شیء مما تأتون وما تذرون فلیحذر من جزائه وعقابه (روح ۱۴۴ ج ۲، ابو السعود ۲۳۸ ج ۲) او انہ علیم بکل شیء فلا یأمر الا بما فیہ الحکمۃ والمصلحۃ فلا تخالفوہ (روح ۱۴۴ ج ۲) **۴۶۱** یہاں بلوغ اجل سے انقضاء اجل اور اختتام عدت مراد ہے۔ بقرینۃ فلا تعضلوھن الخ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی مطلقہ بیویوں کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور اسے اپنی ذلت سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تمہاری مطلقہ بیویوں کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنی مرضی کے مطابق منتخب کئے ہوئے خاوندوں کے ساتھ شادی کرنے سے مت روکو۔ الخطاب للازواج المطلقین حیث کانوا یعضلون مطلقاتھم بعد مضی العدۃ ولا یدعوھن ان یتزوجن ظلما وقسرا لحمیۃ الجاھلیۃ (روح ۱۴۴ ج ۲) اس آیت میں بھی اشارہ نکلتا ہے کہ عورتوں کے الفاظ سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی فعل نکاح کو عورتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی بشرطیکہ عورتیں اپنے نئے خاوندوں کا انتخاب شرعی احکام اور مروت کے تقاضوں کے طریقوں کے مطابق کریں۔ مثلاً غیر کفو کا شوہر منتخب نہ کریں۔ اور مہر مثل میں کمی نہ کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کے اولیاء کو اعتراض کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ بالمعروف بما یحسن فی الدین والمروءۃ من الشرائط او بمھر المثل والکفوء لان عند عدم احدھما للاولیاء ان یتعرضوا۔ (مدارک ۹۲ ج ۲) ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ۔ یہ احکام تو سب مومنوں کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں مگر ان احکام پر دل و جان سے عمل کرنے والے اور ان کی قدر و منزلت پہچاننے والے صرف مومنین کاملین ہی ہیں۔ اس لئے ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ خصہ بالذکر لانہ المسارع الی الامتثال اجلالا للہ تعالیٰ وخوفا من عقابہ (روح ۱۴۵ ج ۲) ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ذٰلکم سے مذکورہ احکام کے مطابق عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ
جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت **۴۶۲** اور لڑکے والے یعنی
لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ
باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے **۴۶۳** تکلیف نہیں دی
نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا
جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جاوے ماں کو اسکے بچہ کی وجہ سے
وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ
اور نہ اسکو جس کا وہ بچہ ہے **۴۶۴** یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی یہی لازم
فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ
ہے پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں ف۱ یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورہ سے
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا
تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلواؤ کسی
اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جبکہ حوالہ کر دو جو تم نے
اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے **۴۶۵** اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ
کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف۲ اور جو لوگ مر جاویں
مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
چار مہینے اور دس دن پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو **۴۶۶**

لے متوفی عنہا زوجہا یعنی جب عورت کا خاوند فوت ہو جاوے اس کی عدت واجبہ کا بیان۔

ای الاتعاظ بہ والعمل بمقتضاہ (روح ۱۴۵ ج ۲) یعنی مذکورہ احکام پر عمل کرنا تمہارے لئے برکت و پاکیزگی کا باعث ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ان احکام کی حکمتیں اور مصلحتیں صرف اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔ اس لئے تمہیں ہر حال میں ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ **۴۶۲** یہاں سے احکام رضاعت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ يُرْضِعْنَ لفظاً خبر ہے مگر معناً امر ہے اور یہ امر استحباب کیلئے ہے۔ ہاں اگر بچہ والدہ کے سوا کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا۔ یا اس کے لئے دودھ پلانے والی نہیں ملتی یا مل تو سکتی ہے لیکن باپ اس کا معاوضہ ادا کرنے سے قاصر ہے تو ان

موضح قرآن ف۱ اگر مرد عورت میں طلاق ہووے اور لڑکا رہا دودھ پیتا تو ماں دو برس بند ہے اس کے دودھ پلانے کو اور باپ اس کا خرچ اٹھاوے اور اگر باپ اس کا مر گیا تو وارث اس کے خرچ اٹھاویں اور جو دو برس سے کم میں چھڑاویں اپنی خوشی سے تو بھی روا ہے اور اگر بچہ کسی سے پلواوے ماں کو بند نہ رکھے تو بھی روا ہے لیکن اس کے بدلے میں ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پیش از دو سال ۱۲

صورتوں میں والدہ پر دودھ پلانا واجب ہے۔ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ سے اس طرف اشارہ ہے کہ دودھ پلانے کی پوری اور کامل مدت دو سال ہے اس سے زیادہ نہیں مطلب یہ
ہے کہ دو سال سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں۔ البتہ اگر بعض وجوہ کی بنا پر دو سال سے کم دودھ پلایا جائے تو جائز ہے۔ فقہاء اسلام نے اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو رضاعت حرمت نکاح
میں مؤثر ہے وہ وہی ہے جو دو سال کے اندر ہو۔ دو سال کے بعد کی رضاعت کا حرمت نکاح میں کوئی اعتبار نہیں۔ واستدل بالاٰية على ان اقصى مدة الارضاع حولان ولا يعتد به بعدهما
فلا يعطى حكمه وانه يجوز ان ينقص عنهما (روح ص۱۴۶ ج ۲) الرضاعة المحرمة الجارية مجرى النسب انما هي ما كان في حولين لانه بانقضاء الحولين تمت الرضاعة
ولا رضاعة بعد الحولين معتبرة (قرطبی ص۱۶۲ ج ۳) حنفیہ میں سے صاحبین کا یہی مسلک ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وكان الاصح قولهما وهو مختار الطحاوي (فتح القدير ص۴۴۴ ج ۳)

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ
قاعدہ کے موافق ۴۶۳ اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے ف۱ اور کچھ گناہ نہیں
عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ
تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کو
اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ
یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں ۴۶۸ اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ
ان عورتوں کا ذکر کرو گے ف۲ لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر
تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ
یہی کہ کہہ دو کوئی بات رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو
النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
نکاح کا یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو ۴۶۹ اور جان رکھو کہ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا
اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ع لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ
کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنیوالا ہے ف۱ کچھ گناہ نہیں تم پر اگر
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا
طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اور نہ مقرر کیا ہو
لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ
ان کے لئے کچھ مہر ۴۷۰ ف۲ اور ان کو کچھ خرچ دو ف۳ مقدور والے پر اس کے موافق ہے

ع ۳۰ / ۴ / ۱۴

ف۱ یعنی عدت میں نکاح پڑھانا جائز نہیں البتہ اشارۃً اور تعریضی کلمات سے خطبہ کرنا جائز ہے ۱۲

ف۲ مطلقہ عورتوں کی چار قسموں کا بیان دو کا صراحۃً اور دو کا ضمناً ۱۲

۴۶۳ مولود لہٗ سے مراد باپ ہے کیونکہ بچہ اسی کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بچے کی ماں کا خرچ از قسم خوراک لباس باپ کے ذمہ ہے۔ اور معروف سے مراد یہ ہے کہ خرچ میں نہ اسراف ہو اور نہ تنگی۔ بلکہ مرد کی مالی حالت کے مناسب ہو۔ ای بلا اسراف وتقتير (روح ص۱۴۶ ج ۲، مدارک ج۱ ص۹۲) ای بالمتعارف فی عرف الشرع من غير تفريط ولا افراط (قرطبی ص۱۶۳ ج ۳) يدل على ان الواجب من النفقة والكسوة هو على قدر حال الرجل في اعساره ويساره (احكام القرآن للجصاص) لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا۔ امام نسفی رحؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ معروف کی تفسیر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے نہ تو خاوند کو اس کی وسعت سے زیادہ خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے اور نہ ہی عورت کو تنگدستی کی زندگی گذارنے پر۔ ای لا تكلف المرأة للصبر على التقتير في الاجرة ولا يكلف الزوج ما هو اسراف بل يراعى القصد (قرطبی ص۱۶۶ ج ۳) ۴۶۴ بیٹے کی وجہ سے خاوند کی طرف سے عورت کو اور عورت کی طرف سے خاوند کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے مثلاً اگر ماں کسی بیماری یا جسمانی کمزوری کی وجہ سے دودھ نہ پلا سکتی ہو تو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ یا اگر وہ دودھ پلانا چاہتی ہو تو بلا وجہ اس سے بچہ نہ چھینا جائے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے اور ماں کی طرف سے تکلیف دینے کی صورت یہ ہے کہ وہ خاوند کو تنگ کرنے کے لئے بچہ کو دودھ نہ پلائے یا اس کی وسعت سے زیادہ اس پر اخراجات کا بوجھ ڈالے۔ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اگر بچے کا باپ مرجائے تو بچے کے ورثاء پر وہ تمام حقوق ادا کرنے واجب ہوں گے جو باپ پر واجب تھے مثلاً اس کی والدہ کی خوراک، اس کا لباس اور اسے تکلیف نہ دینا وغیرہ عليه مثل ما على والد الطفل من الانفاق على والدة الطفل والقيام بحقوقها وعدم الاضرار بها وهو قول الجمهور (ابن کثیر ص۲۸۴ ج ۱) یہ اس صورت میں ہے جب بچے کا اپنا مال موجود نہ ہو۔ اگر اس کا اپنا
مال ہو تو اس کے اور اس کی والدہ کے اخراجات اس کے مال ہی سے ادا کئے جائیں گے۔ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ مدتِ رضاعت (دو سال) کی
تکمیل سے پہلے اگر خاوند بیوی بچے کی ضرورت اور مصلحت کو سامنے رکھ کر باہمی رضامندی اور مشورے سے اس کا دودھ چھڑا دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ۴۶۵ اٰتَيْتُمْ میں ایتاء سے مقررہ اجرت دینے

موضح قرآن ف۱ طلاق کی عدت تین حیض فرمائی اور موت کی عدت چار مہینے دس دن۔ دونوں جب ہیں کہ حمل معلوم نہ ہو اور اگر حمل معلوم ہوا تو حمل تک ۱۲ ف۲ یعنی عورت ایک خاوند سے چھوٹی ہے اور عدت میں ہے تب تک کسی اور کو روا نہیں کہ اس سے نکاح باندھ لیوے یا صاف وعدہ کر رکھے تا اس سے پہلے اور کوئی نہ کہہ بیٹھے پر وہ یہ کہ ایک بات کہہ دے مروج سے مثلاً عورت کو کہے کہ تجھ کو کوئی عزیز کرلے گا یا کہے کہ مجھ کو ارادہ نکاح کا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بتصریح بعد عدت ۱۲ ف۲ یعنی مہر ۱۲ ف۳ یعنی پوشاک ۱۲

کی ذمہ داری اور ضمانت اٹھانا مراد ہے اور معروف سے شرعًا اور مروۃً اچھا اور مستحسن طریقہ مراد ہے۔ اور بعض دفعہ والدہ کی موجودگی میں بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر بچے کو کسی دوسری عورت کا یا دایہ کا دودھ پلانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ دایہ کی مقررہ اجرت جو شرعًا اور عرفًا مناسب ہو ٹال مٹول اور کمی بیشی کے بغیر اس کے حوالے کر دی جائے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی حدود کو مت توڑو اور یقین رکھو کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزاء و سزا ملے گی۔ یہاں احکام رضاع کا بیان تھا۔ آگے بیوہ کی عدت اور اس سے متعلق بعض دوسرے احکام کا بیان ہے۔ **ف۴۶۶** پہلے گذر چکا ہے کہ بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن صرف اسی صورت میں ہے جب وہ حاملہ نہ ہو۔ اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں مذکور ہے۔ **ف۴۶۷** اس آیت میں بیوہ عورتوں کے نکاح کا حکم بیان ہوا ہے کہ عدت کے بعد اگر وہ اپنی مرضی سے کسی آدمی سے شرعی عقد کرنا چاہیں تو ان کے اولیا کو انہیں اس سے نہیں روکنا چاہیئے بشرطیکہ وہ اپنے کفو میں نکاح کریں۔ غیر کفو میں نکاح کرنے سے رشتہ داروں کو روکنے کا حق ہے۔ آج کل بیوہ عورتوں پر انتہائی ظلم کیا جاتا ہے بعض عورتیں عین جوانی میں بیوہ ہو جاتی ہیں مگر انہیں عمر بھر خاوند کے بغیر رہنا پڑتا ہے اور ورثا انہیں عقد ثانی کی اجازت نہیں دیتے اور اس میں اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جہالت اور خدا کی نافرمانی ہے اور اس بیوہ کی حق تلفی ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ اس لئے اس کے احکام کی مخالفت مت کرو۔ **ف۴۶۸** بیوہ عورت کے سامنے اس سے نکاح کرنے کے ارادے کا اظہار عدت کے دوران صراحۃً جائز نہیں۔ البتہ اشارۃً ایسا کرے تو جائز ہے۔ مثلاً بیوہ یا اس کے ولی کے سامنے یوں کہے کہ "خدا کرے کہ میرا گھر بھی آباد ہو جائے" یا اس قسم کا کوئی اور جملہ۔ اسی طرح اگر دل میں ارادہ کر لے کہ عدت کے بعد اس سے نکاح کروں گا مگر اس کا صراحۃً اظہار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ تم ضرور ان کا ذکر کرو گے۔ اور دل میں ان کی طرف دھیان کرو گے اور اس سلسلے میں اپنے اوپر پورا کنٹرول نہیں کر سکو گے۔ اس لئے تمہیں اشارۃً ذکر کرنے کی اجازت دیدی لیکن نکاح کرنے کا صریح وعدہ اس کی

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہے لازم ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

نیکی کرنے والوں پر ف۱ اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ

سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لئے مہر تو لازم ہوا آدھا

مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ

اس کا کہ مقرر کر چکے تھے ف۲ مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص کہ اس کے اختیار

عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

میں ہے گرہ نکاح کی یعنی خاوند ف۱ اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو

بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ

خوب جانتا ہے ف۲ خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے ف۳

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ف۴ پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا ف۵ تو پیادہ پڑھ لو یا

رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

جس کو تم نہ جانتے تھے ف۶ اور جو لوگ تم میں سے مرجاویں

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ښ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کر جاویں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا

ملہ سوال انتظامیہ کے بعد تنبیہ کے امر مصلح نماز کا بیان ۱۲

ملہ امر مصلح کے بعد سوال انتظامیہ سابقہ کے متعلق ایک استحبابی شق کا بیان ۱۲

موضح قرآن ف۱ اگر نکاح کے وقت مہر کہنے میں نہ آیا تو بھی نکاح درست ہے مہر پیچھے ٹھہر رہیگا۔ پھر اگر بن ہاتھ لگائے عورت کو طلاق دے تو مہر کچھ لازم نہ آیا لیکن کچھ خرچ دینا ضرور ہے خرچ کیا کہ ایک جوڑا پوشاک کا موافق حال کے۔ ۱۲ ف۲ یعنی اگر مہر ٹھہر چکا تھا پھر بن ہاتھ لگائے طلاق دے تو پھر آدھا مہر لازم ہوا۔ مگر عورتیں درگذر کریں کہ بالکل چھوڑ دلویں یا مرد درگذر کرے تو بہتر ہے کیونکہ اللہ نے بڑائی دی ہے مرد کو اور اس کو مختار کیا نکاح رکھنے اور توڑنے کا اپنی بڑائی رکھے۔ **فائدہ**:۔ چار صورتیں ہو سکتی ہیں یہاں دو کا حکم فرمایا۔ ایک یہ کہ مہر نہ ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دوسری یہ کہ مہر ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے اور دو صورتیں باقی رہیں ایک یہ کہ مہر ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگا کر طلاق دے تو پورا مہر لازم ہوا یہ سورہ نسا میں مذکور ہے۔ دوسری یہ کہ مہر نہ ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگا کر طلاق دے اس میں مہر مثل پورا دیا چاہیئے یعنی جو اس عورت کی قوم میں رواج ہے اور جب خلوت ہو چکی تو گویا ہاتھ لگایا۔ ف۳ بیچ والی نماز عصر ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اس کا تقید زیادہ کیا اور طلاق کے حکموں میں نماز کا حکم فرمایا کہ دنیا کے معاملے میں غرق ہو کر بندگی نہ بھول جاؤ اسی واسطے عصر کا تقید زیادہ ہے کہ اس وقت دنیا کا شغل کثرت ہے۔ فرمایا کہ کھڑے رہو ادب سے تو جو حرکت جس سے معلوم ہو کہ آدمی نماز میں نہیں ہے اسی سے نماز ٹوٹتی ہے جیسا کھانا پینا یا کسی سے بات کرنی اور سوائے اس کے۔ ۱۲ ف۴ یعنی لڑائی کا وقت ہو تو ناچاری کو سواری پر بھی اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز روا ہے گو کہ قبلہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی زوج خود گذاشتہ تمام دہد ۱۲ ف۲ یعنی از عدو و مانند آں ۱۲

نہ علانیہ اجازت ہے اور نہ ہی پوشیدہ طور پر۔ اِلَّآ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ط قولاً معروفاً سے وہی اشارہ اور کنایہ مراد ہے۔ ف۴۶۹ یہ ماقبل کی تاکید و تفصیل ہے۔ اور عزم سے مراد وہ پختہ ارادہ ہے جو مقارن فعل ہو۔ والمراد بہ العزم المقارن (روح ص۱۵۱ ج ۲) یعنی عدت گذرنے سے پہلے عزم نکاح کا اظہار مت کرو۔ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُ ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ اپنے باطن کو درست رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی باتیں بھی جانتا ہے۔ اور جو اس سے معافی مانگے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ اور معافی نہ مانگنے والوں کا بھی جلدی مواخذہ نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے۔

بیوہ کی عدت اور اس کے نکاح کے احکام بیان کرنے کے بعد آگے طلاق کے مزید کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ف۴۷۰ تَفۡرِضُوۡا لَهُنَّ کا عطف تَمَسُّوۡهُنَّ پر ہے اور وہ بھی نفی کے تحت داخل ہے یعنی جن عورتوں کو مس نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی ان کے لئے مہر مقرر کیا گیا ہو۔ اگر ان کو طلاق دیدی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وَمَتِّعُوۡهُنَّ یعنی جن عورتوں کیلئے نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں کیا گیا۔ ان کو اگر مس سے پہلے طلاق دیدی جائے تو ان کو متعہ کے کپڑے دینے واجب ہیں۔ متعہ کے کپڑے تین ہیں قمیص، دوپٹہ اور چادر۔ قال الامام ابوحنیفۃ ھی درع وخمار وملحفۃ (روح ص۱۵۳ ج ۲) مس (ہاتھ لگانے) سے یہاں وطی مراد ہے خواہ حقیقۃً ہو خواہ حکماً۔ حقیقی وطی تو ظاہر ہے حکمی وطی سے خلوت صحیحہ مراد ہے۔ اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کسی ایسی تنہائی کی جگہ موجود ہوں۔ جہاں کوئی چیز مانع وطی موجود نہ ہو۔ مس اور تقدیر مہر کے لحاظ سے مطلقہ کی چار قسمیں ہیں (۱) یہ کہ مطلقہ کا مہر نکاح کے وقت مقرر کیا تھا۔ اور مس حقیقی یا حکمی کے بعد اسے طلاق دیگئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مقررہ مہر دیا جائے گا۔ اور اس میں سے کچھ واپس لینا جائز نہیں۔ اس کا حکم پہلے رکوع ۲۹ میں بیان ہو چکا ہے (۲) وہ عورت جسے دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو۔ اس کے لئے مہر نہیں ہے۔ البتہ اسے ثیابِ متعہ دیئے جائیں گے۔ اس آیت میں اسی عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (۳) وہ عورت جسے وطی سے پہلے طلاق دیدی جائے لیکن اس کا مہر مقرر ہو۔ تو اس کا حکم اگلی آیت میں آرہا ہے کہ اسے مقررہ مہر کا نصف دیا جائے (۴) وہ عورت جسے وطی کے بعد طلاق دی جائے مگر اس کا مہر مقرر نہ ہو تو اسے مہر مثل دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے عَلَى الۡمُوۡسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الۡمُقۡتِرِ قَدَرُهٗ ۚ یعنی ثیابِ متعہ کی مالیت کا انحصار خاوند کی مالی حالت پر ہے۔ مَتَاعًا ۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ مَتَاعًا بمعنی تمتیعًا متعوھن کا مفعول مطلق ہے بِالۡمَعۡرُوۡفِ ظرف مستقر ہے جو متلبسًا محذوف سے متعلق ہے۔ اور متاعًا کی صفت اولیٰ ہے۔ یعنی ثیابِ متعہ ایسے طریقہ سے دو جو شرعًا اور عرفًا مستحسن ہو۔ حَقًّا عَلَى الۡمُحۡسِنِيۡنَ یہ متاعًا کی صفت ثانیہ ہے اور حقًا کے معنی واجبًا کے ہیں صفۃ لمتاعًا ای متاعًا واجبًا علیھم (مدارک ص۹۶ ج ۱) یعنی خوش معاملہ اور حسن سلوک کرنیوالے لوگوں پر متعہ واجب اور لازم ہے محسنین کی تخصیص ترغیب و تحضیض کے لئے فرمائی۔ ف۴۷۱ یہ اس عورت کا حکم ہے جسے دخول سے پہلے طلاق دیدی گئی ہو اور اس کا مہر بوقت نکاح مقرر ہو چکا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مقررہ مہر کا نصف دیا جائے گا۔ اِلَّاۤ اَنۡ يَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ ؕ ہاں اگر عورت اپنا حق معاف کردے اور نصف مہر جو اس کا حق ہے اس سے بھی دستبردار ہو جائے یا خاوند فیاضی سے کام لے اور مہر معجل کی صورت میں جو اسے نصف واپس لینے کا حق ہے وہ واپس نہ لے یا مہر مؤجل کی صورت میں پورا مہر مطلقہ کو دیدے تو یہ صورت ماقبل سے مستثنیٰ ہے اور یہ اقدام دونوں طرف سے مستحسن اور قابلِ تعریف ہے وَلَا تَنۡسَوُا الۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ حسن سلوک اور باہمی لطف و احسان کو طلاق کے موقع پر بھی نہ بھولو۔ بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ عفو اور حسن سلوک سے پیش آؤ مثلاً مہر کا معاف کردینا یا مہر میں اضافہ کردینا یا مہر مقرر ہونے کی صورت میں متعہ کے کپڑے دینا وغیرہ۔ ..... سب حسن سلوک اور احسان میں داخل ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ‏ اس لئے تمہارا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائیگا۔ اور تمہیں ہر نیکی کی جزا ملے گی۔ ف۴۷۲ حسن سلوک اور احسان کی ترغیب کے بعد نمازوں کی پابندی کا حکم دیا کیونکہ نماز ایک امر مصلح ہے جس سے ظاہر و باطن کی طہارت ہوتی ہے۔ اور اخلاق رذیلہ سے باطن پاک ہو کر اخلاق حسنہ سے معمور ہو جاتا ہے۔ نیز نماز کو با جماعت ادا کرنے سے باہمی محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے نماز حسن معاشرت حسنِ سلوک اور احسان کے لئے بہت بڑی معاون ہے۔ صلوٰۃ وسطےٰ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ الثانی انہا العصر لانہا بین صلاتی النہار وصلاتی اللیل وھو المروی عن علی والحسن وابن عباس وابن مسعود وخلق کثیر وعلیہ الشافعیۃ ...... والاکثرون صححوا انہا صلوٰۃ العصر (روح ص۱۵۶ ج ۲) اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز عصر مراد ہے کیونکہ وہ دن کی دو نمازوں اور رات کی دو نمازوں کے درمیان ہے۔ وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ‏ ۔ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں یعنی نماز میں خشوع اور عجز و انکساری سے قیام کیا کرو۔ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ یعنی اگر جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کی طرف سے حملہ کے خطرہ کی وجہ سے اطمینان سے باقاعدہ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو پیادہ یا سواری کی حالت میں جس طرح بھی ممکن ہو اسی طرح سے نماز ادا کرلو مگر ایسی خوف و ہراس کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ لیکن اگر خوف زائل ہو جائے اور حالت امن ہو تو پھر معمول کے مطابق نماز پڑھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے امن اور خوف کی مختلف حالتوں کے احکام بیان فرمائے ہیں جن کا نزول وحی سے قبل تمہیں کوئی علم نہیں تھا۔ ف۴۷۳ وَّصِيَّةً فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لیوصوا، اور متاعًا، وصیۃً کا بیان ہے۔ اور غَيۡرَ اِخۡرَاجٍ ماقبل کی تاکید ہے یعنی جو لوگ فوت ہو جائیں۔ اور ان کی بیوائیں پیچھے رہ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے قبل ورثاء کو ان کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انھیں گھر سے نہ نکالا جائے اور سال بھر انہیں اس کے ترکہ سے خرچ دیا جائے۔ ف۴۷۴ یعنی اگر وہ عدت واجبہ چار ماہ اور دس دن گذارنے کے بعد اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر چلی جائیں اور کسی مناسب جگہ عقد شرعی کرلیں تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ‏ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اس کا ہر حکم حکمت اور مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب میراث کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ اب یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ اب خاوند کے ترکہ میں بیوہ کا حصہ مقرر ہو چکا ہے۔ اس لئے اب اس کے حق میں وصیت کا حکم باقی نہیں منسوخ کلہ عند جمہور العلماء (قرطبی ص۲۲۷ ج ۳) ثم ان اللہ نسخ ھذین الحکمین اما الوصیۃ بالنفقۃ والسکنی فلان القراٰن دل علی ثبوت المیراث لہا والسنۃ دلت علی انہ لا وصیۃ لوارث فصار مجموع القراٰن والسنۃ ناسخًا للوصیۃ للزوجۃ بالنفقۃ والسکنی فی الحول (کبیر ص۲۳۲ ج ۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس وصیت کو استحباب پر محمول کیا جائے تو اس آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں اور یہ حکم استحبابی اب بھی باقی ہے یعنی اگر بیوہ ایک سال تک رہتی ہے تو تم اس کو تنگ کر کے نہ نکالو۔ ہاں اگر خود بخود چار ماہ اور دس دن والی عدت واجبہ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے گذارنے کے بعد کسی مناسب جگہ نکاح کرلیتی ہے تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سال تک بٹھانا وجوبی حکم نہیں بلکہ استحبابی ہے یہی وجہ ہے کہ اسے وَصِيَّةً اور غَيۡرَ اِخۡرَاجٍ اور مَتَاعًا اِلَى الۡحَوۡلِ اور فَاِنۡ خَرَجۡنَ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں ف۴۷۵ مَتَاعٌ کا یہ حکم تمام مطلقات کے لئے ہے۔ اور یہ حکم استحبابی ہے البتہ جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق ہو جائے اور اس کا مہر مقرر نہ ہو اس کو متعہ کے کپڑے دینے واجب ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ‏ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے معاش و معاشرت کے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم انہیں سمجھو اور سمجھ کر ان پر عمل کرو۔ ف۴۷۶ یہاں سے پھر اصل موضوع یعنی مسئلہ جہاد کا بیان شروع کیا جا رہا ہے۔ درمیان میں امور انتظامیہ اور

امورِ مصلحہ بیان کئے گئے ہیں مسئلہ جہاد کو دوبارہ ذکر کرنے سے پہلے ایک قدیم واقعہ بطور عبرت اور تخویف بیان فرمایا ہے۔ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ کا ہے۔ جب ان کو جہاد کا حکم ملا تو وہ گھروں سے بھاگ نکلے کہ کہیں وہ جہاد میں شریک ہو کر لقمۂ اجل نہ بن جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی اور وہ مرگئے۔ وہ نکلے تھے جان بچانے کے لئے مگر یہ تدبیر ان کے کام نہ آئی جس موت سے بھاگے تھے اسی کا لقمہ بن گئے۔ هم قوم من بنی اسرائیل دعاهم ملکهم الی الجهاد فهربوا حذر الموت فاماتهم الله تعالیٰ ثمانیة ایام ثم احیاهم (ابو السعود ج ۲ ص ۲۶۲) ثُمَّ اَحْیَاهُمْ اللہ نے پھر انہیں زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر لیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ خدا کی قدرت کے سامنے کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ واقعہ نقل کر کے مسلمانوں کو ڈرسنایا کہ وہ جہاد سے جی نہ چرائیں کیونکہ موت تو بہرحال آئے گی۔ جہاد سے بھاگ کر موت سے کوئی بچ نہیں سکتا ف۴۷۴ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ ایسے احکام نازل فرماتا ہے جن میں لوگوں کا فائدہ ہو مگر وہ ان احکام کو پامال کرتے ہیں اور ان کی قدر نہیں کرتے۔ اب آگے حکم جہاد کا اعادہ فرمایا ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ خطاب امت محمدیہ ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ان اسرائیلیوں کی طرح بزدلی نہ دکھاؤ جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا ہے۔ اس لئے اسے معلوم ہے کون تم میں سے دوسروں کو جہاد کی ترغیب دیتا ہے اور کون جہاد سے متنفر کرتا ہے اور وہ دل کے بھید جانتا ہے۔ اس لئے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کون دین کی خاطر جہاد کرتا ہے۔ اور کون مال غنیمت اور نیک نامی حاصل کرنے کی نیت سے جہاد میں شریک ہوتا ہے۔ ای هو فیسمع کلامکم فی ترغیب لغیر فی الجهاد وفی تنفیر الغیر عنه وعلیم بما فی صدورکم من البواعث و الاغراض فان ذلک الجهاد لغرض الدین اولعاجل الدنیا (کبیر ص ۳۰۴ ج ۲) ف۴۷۵ حکم جہاد کے بعد یہ جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور اللہ کو قرض دینے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔ والمراد النفقة فی الجهاد لانه لما امر بالقتال فی سبیل الله ویحتاج فیه الی المال حث علی الصدقة لیتهیأ اسباب الجهاد (مدارک ص ۹۵ ج ۱) فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً۔ اللہ کی راہ میں دیا ہوا تمہارا مال ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اصل استحقاق سے کہیں زیادہ تمہیں اس کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ جہاد میں خرچ کرنے کی وجہ سے دولت کی کمی کا خطرہ محسوس نہ کرو۔ کیونکہ دولت کی کمی بیشی اور رزق کی فراخی و تنگی تو خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے دولت دی ہے تو اسے اس کی راہ میں خرچ کرو۔ وہ تمہیں اور زیادہ دیگا پہلے خرچ کرنے پر ثوابِ آخرت کا وعدہ فرمایا۔ اور یہاں دنیا میں وسعتِ رزق کی امید دلائی۔ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ انجام کار خدا کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اور تم سے سوال کیا جائیگا کہ تم نے خدا کی دی ہوئی دولت کہاں کہاں خرچ کی وہاں ایک ایک پائی کا حساب

اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ
ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے ف۴۷۲ ف۱ پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر
فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ
اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات ف۴۷۳ ف۲ اور اللہ
عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ
زبردست ہے حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کیواسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق
حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ
لازم ہے پرہیزگاروں پر ف۴۷۴ ف۳ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے
ع ۳۱ / ۷ / ۱۵ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا
اپنے حکم تاکہ تم سمجھو ف۳ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو نکلے
مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ
اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر فرمایا
لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ
ان کو اللہ نے کہ مرجاؤ ف۴۷۵ پھر ان کو زندہ کر دیا بیشک اللہ فضل
فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾
کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ف۴۷۶ ف۴ ف۲
وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ
اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بے شک خوب سنتا
عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
جانتا ہے کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض ف۴۷۷
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَ
پھر دوگنا کر دے اللہ اس کو کئی گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور

ف۱ یہ آیت منسوخ نہیں اس میں یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے بدلیل غیر اخراج ۱۲ ف۲ امر انتظامیہ ہے۔ ف۳ بہر تیسری بار اصل مضمون جہاد کی تمہید۔ اصل مضمون جہاد سے بعد عہد کی وجہ سے الحروف کی تعبیر اختیار کی گئی ۱۲

ف۴ یہ تیسری بار اصل مضمون جہاد کا بیان ہے ف۵ یہ جہاد کے بعد انفاق کا ذکر

موضح قرآن ف۱ یہ حکم جب تھا کہ مردے کے اختیار پر رکھا تھا وارثوں کو دلوانا۔ اب جو سب کے حصے اللہ صاحب نے ٹھہرا دیئے عورت کا بھی ٹھہرا دیا اب مردے کا دلوانا موقوف ہوا۔ ف۲ پہلے خرچ فرمایا تھا یعنی جوڑا دینا اس طلاق پر کہ مہر نہ ٹھہرا ہو اور ہاتھ نہ لگایا ہو یہاں سب پر حکم فرمایا سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا بہتر ہے اور اس پہلی کو ضرور ہے۔ ف۳ یہاں حکم نکاح و طلاق کے تمام ہوئے ف۴ پہلی امت میں ہوا کہ کئی ہزار شخص گھر بار لیکر اپنے وطن کو چھوڑ نکلے ان کو ڈر ہوا غنیم کا اور لڑنے سے جی چھپایا یا ڈر ہوا وبا کا اور یقین نہ ہوا تقدیر کا۔ ایک منزل پر پہنچ کر سارے مرگئے۔ پھر سات دن کے بعد پیغمبر کی دعا سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں یہاں اس واسطے فرمایا کہ جہاد سے جی چھپانا عبث ہے موت نہیں چھوڑتی ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیکنی غیر آوردن ۱۲ ف۲ یعنی نکاح بطور شرع ۱۲ ف۳ مترجم گوید ایں آیت نزدیک جمہور منسوخ است بہ آیت اربعة اشهر وعشرا واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید ایشاں قومی از بنی اسرائیل بودند کہ از ترس وبا بصحرا رفتند و آنجا بغضب الٰہی یکبارہ ہلاک شدند و بار دعاء حزقیل علیہ السلام زندگانی یافتند۔ واللہ اعلم ۱۲

ہوگا۔ اس لئے اب وقت ہے اپنی دولت کو خدا کے پسندیدہ مصارف میں خرچ کرلو جن میں سب سے بہتر مصرف جہاد ہے۔ ف٤٧٩ بنی اسرائیل کا یہ واقعہ ترغیب الی الجہاد کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ نیز اس واقعہ سے یہ سبق دیا کہ جہاد امیر اور اطاعت امیر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریبًا ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ اور جس نبی کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد حضرت شموئیل علیہ السلام ہیں۔ قال ابو عبیدۃ ھو اشمویل بن حنۃ بن العاقر و علیہ الاکثر (روح ص ١٦٦ ج ٢) اس زمانہ میں قوم عمالقہ کا غلبہ ہو چکا تھا انہوں نے بنی اسرائیل کے کئی علاقوں پر قبضہ کر کے ان کو وہاں سے نکال دیا تو قوم کے شرفاء اور اصحاب الرائے نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے ایک امیر مقرر فرمائیں تاکہ ہم اس کی ماتحتی میں دشمنانِ دین سے جہاد کریں۔ ف٤٨٠ حضرت شموئیل علیہ السلام کو یقینًا بنی اسرائیل کی گذشتہ تاریخ اور ان کی سابقہ کج روی کی روایات معلوم تھیں اس لئے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر بات کہو۔ ایسا نہ ہو کہ

يَبْصُۜطُ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ

وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ف ل کیا نہ دیکھا تو نے ایک جماعت

بَنِي إِسْرَاءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ

بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد جب انہوں نے کہا اپنے نبی سے

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ

مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں ف٤٧٩ پیغمبر نے کہا کیا

عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ

تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو ف٤٨٠

قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ

وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو

أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾

لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے ان میں کے ف٤٨١ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ

اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو

مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ

بادشاہ ف٤٨٢ کہنے لگے کیونکر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم

أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ

زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش

الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ

مال میں ف٤٨٣ پیغمبر نے کہا بیشک اللہ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ

منزل ١

وقف لازم

تمہارے اصرار پر تم پر جہاد فرض کر دیا جائے اور پھر تم جہاد کرنے سے پس و پیش کرنے لگو اور بزدل بن جاؤ۔ قَالُوْا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم جہاد نہ کریں جبکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال بے گھر کر دیا گیا ہے اور ہمیں اپنے بیٹوں سے جدا کر دیا گیا ہے یعنی ایک طرف تو جہاد کے متعلق خدا کا حکم ہوگا اور دوسری طرف یہ صورت حال ہے تو اب اس سے بڑھ کر جہاد کا اور کیا محرک ہو سکتا ہے۔ ف٤٨١ مگر وہی کچھ ہوا جس کا حضرت شموئیل علیہ السلام کو اندیشہ تھا شروع میں تو ان لوگوں نے بڑی جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کیا مگر دشمن کی تعداد، اس کی شان شوکت اور اس کا لاؤ لشکر دیکھ کر ان میں سے اکثر ہمت ہار بیٹھے۔ ہزاروں میں سے صرف تین سو تیرہ ثابت قدم رہے ف٤٨٢ یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ یہاں سے اس واقعہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ کس طرح ان پر قتال فرض ہوا اور کس طرح انہوں نے اس حکم سے رُوگردانی کی۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بنی اسرائیل کے سامنے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا امیر لشکر مقرر کیا ہے لہٰذا تم اس کی اطاعت کرو اور متحد ہو کر اس کی کمان میں جہاد کرو۔ ف٤٨٣ حضرت شموئیل علیہ السلام کا یہ اعلان سنتے ہی دولت مند اسرائیلی بول اٹھے اور تعجب اور حیرت سے کہنے لگے کہ طالوت جو ایک غریب اور مفلس آدمی ہے اسے ہم پر امارت اور ریاست کا کس طرح حق حاصل ہو سکتا ہے جبکہ ہم دولتمند اور اہل ثروت قوم میں موجود ہیں۔ نیز طالوت نہ تو سبط نبوت یعنی لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے ہے اور نہ سبط مملکت یعنی یہودا کی اولاد سے کیونکہ طالوت حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے بنیامین کی اولاد سے تھا۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں ہم امیر بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ استفہام اظہار تعجب و حیرت کے لئے ہے۔ اس سے ان کا مقصد پیغمبر کی تکذیب و تردید نہیں تھی۔ بلکہ اس انتخاب پر حیرت و تعجب مقصود تھا۔ والاستفھام حقیقی او للتعجب لا لتکذیب نبیھم والانکار علیہ فی رأی (روح ص ١٦٦ ج ٢) ف٤٨٤ اللہ کے پیغمبر نے ان کے شبہ کے تین طرح کے جواب دیئے (١) یہ انتخاب انسانی نہیں بلکہ خدائی ہے۔ اس لئے جو حکمتیں اور مصلحتیں اس میں پوشیدہ ہیں۔ وہاں تک تمہارے سطحی ذہنوں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ اسے بلا چون و چرا مان لو۔ (٢) تم نے جو امارت و سیادت کا معیار مقرر کیا ہوا ہے کہ امیر وہی ہو سکتا ہے جو دولتمند ہو اور خاندانِ امارت سے تعلق رکھتا ہو تو درحقیقت یہ کوئی معیار نہیں۔ ان دو صفتوں کی جگہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو دو ایسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں جن کا امیر میں ہونا نہایت ضروری ہے اور جو ان پہلی دو صفتوں سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔

موضح قرآن ف اللہ کو قرض دے یعنی جہاد میں خرچ کرے اسی طرح فرمایا مہربانی سے اور تنگی کا اندیشہ نہ رکھے اللہ کے ہاتھ کشائش ہے۔ ف٥ بعد حضرت موسیٰ کے ایک مدت بنی اسرائیل کا کام بنا رہا پھر جب ان کی نیت بری ہوگئی ان پر غنیم مسلط ہوا۔ جالوت بادشاہ کافر نے ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور لوٹا اور بندی پکڑ لے گیا وہاں کے بھاگے لوگ شہر بیت المقدس میں جمع ہوئے حضرت شموئیل پیغمبر سے چاہا کہ کوئی بادشاہ با اقبال مقرر کر دو کہ بغیر سردار با اقبال ہم لڑ نہیں سکتے۔

ایک علم دوسری جسمانی طاقت۔ یہ دونوں خوبیاں تم سب سے بڑھ کر طالوت میں موجود ہیں (۳) حکومت اور امارت خدا کے اختیار میں ہے اور تمام بندے بھی اسی کے مخلوق و مملوک ہیں اس لئے وہ جسے چاہتا ہے
امارت و سیادت سے سرفراز فرماتا ہے اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ۔ **ف۴۸۵** جب اسرائیلیوں نے طالوت کی امارت پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا تو حضرت شموئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی سے
اعلان فرمایا کہ طالوت کے من جانب اللہ امیر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تابوت سکینہ جو کبھی تمہارے پاس تھا مگر فلسطینی اسے تم سے چھین کرلے گئے تھے جس میں تمہارے لئے اطمینان قلب کا سامان ہے اور
اس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے باقیماندہ تبرکات ہیں وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا ۔جب سے فلسطینی وہ تابوت چھین کر لے گئے وہ چین سے نہ بیٹھے کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہے۔
آخر تنگ آکر اس صندوق کو بیل گاڑی پر لادا اور اسے چھوڑ دیا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرشتوں کو متعین کر دیا جو بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کے علاقے میں لے آئے ۔ (کذا فی البحر المحیط ص۲۶۳ ج ۲

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ
فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ
جس کو چاہے اور اللہ ہے فضل کرنیوالا سب کچھ جاننے والا **ف۴۸۴** اور کہا بنی اسرائیل سے

نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ
ان کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق

فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو

اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ
چھوڑ گئی تھی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں گے اس صندوق کو فرشتے **ف۴۸۵** بیشک

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾
اس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو **ف**

ع ۳۲ / ۱۶

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ
پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ

مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
تمہاری آزمائش کرتا ہے ایک نہر سے **ف۴۸۶** سو جس نے پانی پیا اس نہر کا تو وہ

مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ
میرا نہیں **ف۴۸۷** اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بیشک میرا ہے مگر جو کوئی

اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا
بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اس کا پانی مگر تھوڑوں

مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ
نے ان میں سے **ف۴۸۸** پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ

(تفسیر ابن کثیر ص۳۰۲ ج ۱) لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتے اس صندوق کو ہوا میں اڑا کر لائے تھے۔ اور لا کر طالوت کے سامنے رکھدیا۔ تمام لوگ یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قال ابن عباس جاءت الملائکۃ تحمل التابوت بین السماء والارض حتی وضعتہ بین یدی طالوت والناس ینظرون (ابن کثیر ص۳۰۱ ج ۱) سَكِيْنَةٌ یعنی سکون و اطمینان کا باعث اور سبب، سے مراد تورات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کا ایک نسخہ بطور تبرک اس صندوق میں محفوظ کیا ہوا تھا۔ بوقت جہاد اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے جس سے بنی اسرائیل کے دل مطمئن رہتے تھے ۔ وھو التوراۃ المودعۃ فیہ بناء علی ما مر من ان موسیٰ علیہ السلام اذا قاتل قدمہ فتسکن الیہ نفوس بنی اسرائیل (ابو السعود ص۲۴۳ ج ۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بقیہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ تبرکات مراد ہیں اور اس کا عطف سکینہ پر تفسیری ہے ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ یعنی اس طریقے سے تابوت کے واپس آجانے میں تمہارے لئے ایک دلیل اور نشانی ہے ۔ جو طالوت کی امارت پر دلالت کرتی ہے ۔ اگر خدا پر تمہارا ایمان ہے تو اطمینان کے لئے یہ دلیل کافی و شافی ہے ۔ **ف۴۸۶** جس فوج کو طالوت لیکر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے ان میں کچھ مخلص تھے مگر اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اخلاص کی خوبیوں سے محروم تھے اور اتنی بڑی فوج جو ہزاروں سپاہیوں پر مشتمل تھی اس میں منافقین بھی ہوں گے اس لئے ضروری تھا کہ منافقین اور مخلصین میں امتیاز کیا جائے اور میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی غیر مخلصین کو الگ کر دیا جائے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی جنگ میں موجودگی ہمیشہ نقصان کا باعث ہوا کرتی ہے ۔ اس لئے راستہ میں واقع ہونیوالے ایک دریا کے ذریعے ان کا امتحان کیا گیا **ف۴۸۷** یہ امتحان کی تفصیل ہے یعنی جو شخص اس میں سے پیٹ بھر کر پانی پی لے گا وہ میرے ساتھیوں اور رفیقوں میں سے نہیں ہے۔ اور وہ میرے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہو سکیگا۔ نفی صرف رفاقت کی کی ہے۔ ان کو ایمان سے خارج قرار دینا مقصود نہیں ای لیس بمنزلۃ اصحابی فی ھذہ الحرب ولم یخرجھم (قرطبی ص۲۵۲ ج ۳) وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۔ اور جس نے پانی کو نہ چکھا وہ میرے ساتھیوں میں سے ہوگا ۔ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ اصل حکم تو یہی تھا کہ اس پانی میں سے کوئی چکھے تک نہیں مگر ساتھ رخصت دیدی کہ اگر کوئی ایک ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لے تو مضائقہ نہیں مگر پیٹ بھر پانی پینے کی اجازت نہیں ۔ معناہ الرخصۃ فی اغتراف الغرفۃ بالید دون الکرع (مدارک ص۹۶ ج ۱)

موضح قرآن ف طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی اور کسب کرتا تھا ان کی نظر میں وہ حقیر لگا۔ نبی نے کہا کہ سلطنت حق کسی کا نہیں ہے اور بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن کی کشائش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبر کو ایک عصا بتایا کہ جس کا قد اس کے برابر ہو سلطنت اس کو ہے اس کے برابر قد اسی کا آیا ۔ **ف** اس قوم میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ اور ہارون کے لڑائی کے وقت سردار کے آگے لے چلتے اور دشمن پر حملہ کرتے تو اس کو آگے دھر لیتے پھر اللہ فتح دیتا۔ جب بدنیت ہوگئے وہ صندوق ان سے چھینا گیا غنیم کے ہاتھ لگا اب جو طالوت بادشاہ ہوا وہ صندوق خود بخود رات کے وقت اس کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔ سبب یہ کہ غنیم کے شہر میں جہاں رکھا تھا ان پر بلا پڑی پانچ شہر ویران ہوئے تب ناچار انہوں نے دو بیلوں پر لاد کر ہانک دیا پھر فرشتے بیلوں کو ہانک کر یہاں لے آئے ۔

۴۸۸ موسم چونکہ گرمی کا تھا اور انہیں سخت پیاس لگی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا البتہ کچھ لوگوں نے جو ۳۱۳ تھے اللہ کے حکم کا احترام کیا اور پانی نہ پیا یا بس ایک چلو پر ہی اکتفا کیا جسکی اللہ نے اجازت دی تھی۔ ۴۸۹ اکثر مفسرین کا خیال ہے والذین آمنوا سے وہ مومن مراد ہیں جنہوں پانی نہیں پیا تھا کیونکہ صرف انہی نے ہی طالوت کیساتھ دریا کو عبور کیا تھا۔ اور جنہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا تھا وہ تو اس قابل ہی نہ رہے تھے کہ فوج کے ساتھ مارچ کر سکیں اسلئے وہ وہیں رہ گئے واکثر المفسرین علی انہ انما جاوز معہ النہر من لم یشرب۔ جملۃ (قرطبی ص۲۵۵ ج۳) لیکن دریا عبور کرنے کے بعد جب ان لوگوں کا دشمن کی فوج سے آمنا سامنا ہوا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بتقاضائے بشریت کمزوری دکھائی۔ دشمن فوج کا سردار جالوت بڑا قوی ہیکل، شہ زور اور بہادر تھا اور اس کی فوج ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھی جو سارے کے سارے جنگی ساز و سامان سے لیس تھے اسلئے بعض مسلمانوں نے یہ منظر دیکھ کر کہہ دیا کہ جالوت اور اسکے لشکر سے لڑنے کی ہم میں تو طاقت نہیں کیونکہ وہ ہمارے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں

قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ط

تو کہنے لگے طاقت نہیں ہم کو آج جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی ۴۸۹

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ لا كَمْ مِّنْ

کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے بارہا

فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ط

تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے ۴۹۰

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ف اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور

جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ

اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ ط فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ قف وَقَتَلَ

قوم پر ۴۹۱ پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا

دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ

داؤد نے جالوت کو اور دی، داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا ان کو

مِمَّا يَشَآءُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

جو چاہا ۴۹۲ اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

تو خراب ہو جاتا ملک ۴۹۳ لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر ف

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں ہے ۴۹۴ ف

اور سامان جنگ کے اعتبار سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ۴۹۰ ظن یہاں یقین کے معنوں میں ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ والظن ھنا بمعنی الیقین (قرطبی ص۲۵۵ ج۳) یظنون ای یتیقنون (روح ص۱۷۱) یعنی ان میں سے جو لوگ اصحاب عزم پختہ ایمان والے تھے جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تو مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ فتح و شکست کا مدار فوج اور سامان کی کثرت و قلت پر نہیں بلکہ یہ معاملہ تو خدا کے اختیار میں ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی چھوٹے چھوٹے لشکروں کو محض اپنی مدد اور توفیق سے بڑی بڑی فوجوں پر فتح دی ہے اس لئے تم ہمت مت ہارو اور جم کر استقلال کے ساتھ دشمن سے لڑو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہاری قلت کے باوجود تم کو دشمن کی کثیر فوج پر فتح دیگا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کیونکہ وہ صبر و استقلال کا دامن تھامنے والوں کی مدد کرتا ہے ۴۹۱ برزوا کے معنی ہیں صاروا فی البراز وھو الفسیح من الارض المتسع (قرطبی ص۲۵۶ ج۳) یعنی وہ جب کھلے میدان میں جالوت اور اسکے لشکر کے سامنے ہوئے تو چونکہ دشمن کی فوج ۹۰ ہزار اور بروایتے تین لاکھ سواروں پر مشتمل تھی اور مسلمان صرف ۳۱۳ تھے اس لئے انہوں نے گڑگڑا کر نہایت ہی عاجزی اور تضرع سے خدا سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی عطا کرنا اور کافروں کی اس فوج پر ہمیں فتحمند فرمانا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی مدد فرمائی چنانچہ انہوں نے اللہ کی توفیق و نصرت سے ان کو شکست دیدی اس واقعہ میں یہ جملہ معنوی ہے یعنی ان کی قلت کے باوجود اللہ نے ان کو کثیر لشکر پر فتح دی اس لئے تم بھی اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد کرو۔ ۴۹۲ داؤد سے حضرت داؤد بن ایشا پیغمبر مراد ہیں اور حکمت سے مراد نبوت ہے یا عام ہے۔ جو حکومت و سلطنت کیلئے ضروری دانائی اور نبوت کو بھی شامل ہے اور مما یشاء ان تمام جنگی اور صنعتی علوم و فنون کو شامل ہے جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے تھے فلسطینی عمالقہ کا سردار جالوت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کی حکومت دی اور نبوت سے سرفراز فرمایا اور مختلف علوم و فنون سکھائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ابھی کمسن نوجوان تھے۔ اور اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ طالوت کی فوج میں پہلے شامل نہیں تھے البتہ انکے سات بڑے بھائی شریک جہاد تھے۔ یہ تو محض لڑائی دیکھنے کیلئے وہاں چلے گئے لیکن جب وہاں پہنچے تو جالوت اپنے مقابلہ میں مبارز طلب کر رہا تھا۔ بنی اسرائیل میں سے جب کوئی اسکے مقابلے میں نہیں نکلا!

تھا تو حضرت داؤد نے ایک پتھر سے اس کا کام تمام کر دیا (قرطبی ص۲۵۷ ج۳ وغیرہ) ۴۹۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکومتوں کے انقلابات اور فتح و شکست کی تکوینی مصلحت و حکمت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی قوم یا حکومت کی طرف سے دوسروں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و تشدد کو ختم کرنے کیلئے دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس طرح ظلم و تعدی اور شر و فساد سے زمین کو بچا لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ظالم و جابر کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو زمین شر و فساد کا گہوارہ بن کر رہ جاتی۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ لیکن دنیا والوں پر اللہ کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ وہ ایسے انقلابات سے عدل و انصاف اور امن و سکون کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ ۴۹۴ یہ جملہ معترضہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے یعنی گذشتہ واقعات کا صحیح صحیح علم جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ سچے پیغمبر ہیں کیونکہ ان کا علم وحی الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نبہ اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ الآیات التی تقدم ذکرھا لا یعلمھا الا نبی مرسل (قرطبی ص۲۵۶ ج۳) حیث تخبر بتلک الآیات وقصص القرون الماضیۃ واخبارھا علی ما ھی علیہ من غیر مطالعۃ کتاب ولا اجتماع باحد یخبر بذلک (روح ص۱۷۵ ج۲)

موضح قرآن ف طالوت کے ساتھ نکلنے کو سب تیار ہوئے ہوس سے اس نے تقید کیا کہ جو شخص جوان اور بے فکر ہو وہی نکلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے اس نے چاہا کہ ان کو آزمائے ایک منزل پانی نہ ملا بعد اس کے ایک نہر ملی اس نے تقید کیا کہ ایک چلو سے زیادہ جو کوئی پیوے وہ میرے ساتھ نہ آوے۔ تین سو تیرہ آدمی رہ گئے باقی سب موقوف ہوئے۔ ف تین سو تیرہ آدمیوں میں حضرت داؤد کے باپ اور ان کے چھ بھائی تھے۔ ان کو راہ میں